امام ابو حنیفہ

کی

مجلس تدوین فقہ

مؤلفہ

ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

علمی مرکز

امام ابو حنیفہ

کی

مجلس تدوین فقہ

امام ابو حنیفہ کا طریق تدوین فقہ اور
ان کی مجلس فقہ کے ارکان کا تعارف

مؤلفہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

علمی مرکز

نام کتاب : امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ

مصنف : پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

مقدمہ : ڈاکٹر محمد میاں صدیقی

طبع اول : اکتوبر ۱۹۹۸ء

زیرِ اہتمام : محمد ابو بکر صدیقی

کمپوزنگ : الامین کمپوزر۔

مطبع : مارشل پرنٹنگ پریس راولپنڈی

ناشر : علمی مرکز ۔بی ۱۳۳۶، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت : ۱۵۰ روپیہ

تقسیم کار : ملت پبلی کیشنز فیصل مسجد۔اسلام آباد

پروگیسو بکس۔ ۴۰ اردو بازار ۔لاہور

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم

مملکت خداداد پاکستان کی تاسیس مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کے انداز پر ہوئی، جس کی بنیاد اس اصول پر تھی کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ ہو۔ اسلام کی سربلندی قرآن کا تقاضا اور امت مسلمہ کا فرض ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے ہندی مسلمانوں کو آزادی کی روح پھونکنے کے ساتھ ساتھ یہ پیغام بھی دیا کہ :

دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

حضرت قائد اعظمؒ نے دو قومی نظریہ کی وکالت کرتے ہوئے یہی بات فرمائی :

"مسلمان اور ہندو ہر اعتبار سے دو مختلف قومیں ہیں۔ ہمارا مذہب و تمدن، ہماری تہذیب و روایات، ہماری زبان اور ادبیات، ہمارا آرٹ و فن تعمیر، ہمارے قوانین و اخلاقیات، ہماری تاریخ و ثقافت، ہمارے رجحانات و اندازِ فکر بلکہ ہمارے نام تک سب کچھ ہندوؤں سے مختلف ہے، اور ہم ہر اعتبار سے ایک الگ قوم ہیں"۔

قائد اعظم نے تحریک پاکستان کے دوران بارہا واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ پاکستان میں کتاب و سنت کو بالادستی حاصل ہو گی، لیکن کس قدر افسوس ناک

حقیقت ہے کہ ہم نے پچھلے پچاس سال میں اس مسئلے پر اس قدر گرد اڑائی ہے کہ بدیہی حقائق کے بارے میں بھی اتفاقِ رائے مفقود ہو گیا ہے۔

قرآن و حدیث در حقیقت قوانین کے ماخذ ہیں۔ ہر چند ان میں کہیں کہیں مستقل قوانین (Substantive Laws) بھی ہیں لیکن اصلاً کتاب و سنت سے اصول و کلیات کے بارے میں رہنمائی ملتی ہے جن کی روشنی میں ہر دور کے تقاضوں کے پیش نظر قانون سازی مجتہدین اور فقہاء کی ذمہ داری ہے۔

تمدن کا مسلسل ارتقاء اس امر کا متقاضی ہے کہ قانون سازی کے عمل میں بھی تسلسل رہے۔ دورِ حاضر میں قانون سازی حکومتوں کی قانون ساز مجالس کی ذمہ داری ہے۔ اگرچہ قانون ساز مجالس اپنی اپنی روایات کے مطابق مختلف افراد اور اداروں سے تعاون حاصل کرتی ہیں لیکن ان معاون اداروں کی حیثیت بھی بالعموم سرکاری یا نیم سرکاری ہوتی ہے۔ اگرچہ جدید مجلس قانون ساز کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایوان میں سیاسی جماعتوں اور بااثر قیادت کی موجودگی کے باعث قانون سازی پر چند افراد کو تسلط حاصل ہوتا ہے۔ عام ارکان نہ تو قانونی موشگافیوں کو سمجھتے ہیں اور نہ اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے قانون سازی میں دلچسپی لیتے ہیں۔ عام رکن بسا اوقات اجلاسوں سے غیر حاضر رہتے ہیں، اس کے علاوہ سخت قسم کی پارٹی ڈسپلن کے باعث ان کی آزادیٔ رائے کو مفلوج کر دیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم نے قانون سازی کے لیے افراد کی مطلوبہ اہلیت اور مشاورت کا طریق کار بتایا ہے، جس پر خلافت راشدہ کے دور سے ہی عمل درآمد شروع ہو گیا، لیکن تمدن کا ارتقاء، نظم حکومت کی وسعت اور اسلامی ریاست کے پھیلاؤ کا تقاضا تھا کہ عدالتی اور انتظامی امور میں یکسانی پیدا کرنے کے لیے ایک ایسا مجموعہ قوانین تیار کیا جائے جو ایک ترقی یافتہ ریاست کی ضروریات پوری کرے۔

اس ضرورت کا احساس متعدد افراد کو تھا لیکن اس کا بیڑا پہلے پہل امام

اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اٹھایا، انہوں نے سرکاری اثر و رسوخ اور ریاستی مداخلت سے ماوراء ایک ایسی مجلس شوریٰ کی تشکیل کی جس میں ہر شعبہ علم کے نامور ماہرین کو جمع کیا، ایک ایک مسئلہ پر کئی کئی روز بحث و تمحیص کرنے کے بعد اسے ہمہ پہلو منقح کر کے قلم بند کر لیا جاتا۔ اس طرح کم و بیش بیس سال کی محنت شاقہ کے بعد آپ نے ایک مجموعہ ترتیب کیا جو تقریباً اسی ہزار مسائل پر مشتمل تھا۔ امام ابو حنیفہ اسلامی تاریخ میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے فقہ اسلامی کی تدوین کا کام کیا۔ امام ابو حنیفہ نے صرف قانون ہی مرتب و مدون نہیں کیے بلکہ ایسے افراد بھی تیار کیے جنہوں نے حکومتی ڈھانچہ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ہر نئی چیز کی طرح ابتداء میں اس کی بھی مخالفت ہوئی لیکن بعد میں تمام فقہاء اور مجتہدین نے امام ابو حنیفہ کے مناہج و اسالیب کا تتبع کیا، بہر طور امام ابو حنیفہ کو جہاں تدوین فقہ میں تقدم کا شرف حاصل ہے، آپ کی فقہ واحد فقہ ہے، جو فردِ واحد کی کوششوں کا ثمر نہیں بلکہ اجتماعی شعور اور شورائی دانش کا مظہر ہے۔

قانونی ادبیات نے پچھلی چند صدیوں میں نیا اسلوب، نیا اندازِ تدوین اور جدید آہنگ اختیار کیا ہے۔ مسلمانوں کے پاس فقہی ادبیات کا بے پناہ ذخیرہ موجود ہے، البتہ اس امر کی ضرورت ہے کہ امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کے انداز پر کوئی مجلس تشکیل دے کر سارے لٹریچر کا مجتہدانہ اور محققانہ جائزہ لیا جائے، تاکہ دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلامی قوانین کی از سر نو تدوین کی جا سکے۔

حسنِ اتفاق ہے کہ ان دنوں پاکستان کی قومی اسمبلی آئین میں کتاب و سنت کی بالادستی کی ترمیم لا رہی ہے، دوسری طرف ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، "امام ابو حنیفہ۔ شخصیت، علمی آثار" کے موضوع پر بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد کر رہی ہے۔ اس موقعہ کی مناسبت سے پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی☆ نے انتہائی محنت اور عرق ریزی سے "امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین

فقہ" کے نام سے زیرِ نظر کتاب تالیف کی، جو قدیم مآخذ سے استفادے اور جدید انداز تحریر کا حسین مرقع ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس تالیف کے ذریعے جہاں امام ابو حنیفہ کی قانون سازی کی کاوشوں پر روشنی پڑے گی، ہمیں یہ رہنمائی میسر آئے گی کہ ہم اپنے حالات کے تناظر میں اسلامی قانون سازی کے لیے کیا اقدامات کریں، تاکہ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکیں۔

زیرِ نظر تالیف کے مطالعہ سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فاضل مؤلف وضاحت نہ کرنے کے باوجود اہل علم اور ارباب فکر و نظر کو اس تحریر کے ذریعہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ تمام افراد، ادارے، جماعتیں اور گروہ جو اسلامی قانون سازی کے خواہاں اور اسلامی نظم عدل و قضا کے لیے مخلص ہیں وہ حکومتوں سے اسلامی قانون سازی کے مطالبے کرنے کے بجائے اپنے حصے کا کام کرنے کے لیے کمر بستہ ہو جائیں۔ وہ مجالس قانون ساز جن کے ارکان کی اکثریت ناظرہ قرآن حکیم نہیں پڑھ سکتی ان سے اسلامی قانون سازی کی توقع عبث ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ ان اداروں نے بالعموم اپنے مفادات کے لیے قانون سازی کی اور جب اسلامی قانون سازی میں ہاتھ ڈالا تو قرآنِ کریم کی صریح نصوص کے خلاف بنا دیے، اس کا حل یہ نہیں کہ ان لوگوں سے اسلامی قوانین سازی کا مطالبہ کیا جائے جو خود اسلام کی اساسیات سے نابلد ہیں یا ان اداروں سے جن میں الا ماشاء اللہ بیشتر تقرریاں سیاسی وجوہ کی بنا پر ہوتی ہیں، اور پھر اگر وہ کوئی کام کرتے بھی ہیں تو وہ قانون ساز مجالس میں بار نہیں پاتا۔

اسلامی قانون سازی کا کام اسی طریقے سے ہو گا جو امام ابو حنیفہ نے اختیار کیا، اس کی تدوینِ جدید اور قضاۃ کی تربیت کے لیے تاریخ پھر کسی ابو حنیفہ کی منتظر ہے۔

کاش دینی علوم سے وابستہ حضرات اس حقیقت کا ادراک کریں اور

مطالبات ، تحریکوں اور جلسے جلوس کا راستہ ترک کر کے امام فقہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کے طریق کار کو اپنائیں۔

مجھے امید ہے کہ ڈاکٹر ہاشمی کی زیر نظر تحریر نہ صرف اہل علم کے لیے مفید ہو گی بلکہ قانون سے وابستہ وہ حضرات بھی اس سے استفادہ کریں گے ، جو اجتماعی اور حکومتی سطح پر تدوین قانون اسلامی کے لیے کوشاں ہیں۔

ڈاکٹر محمد میاں صدیقی
یکم جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ
۲۲ ستمبر ۱۹۹۸ء
اسلام آباد

☆ ڈین : فیکلٹی آف عریبک اینڈ اسلامک سٹڈیز
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

باب: ۱

امام ابو حنیفہ

شخصیت آئینۂ ایام میں

امام ابو حنیفہ - شخصیت، آئینہ ایام میں :

فقہ حنفی جو تقریبا دو تہائی مسلمانوں کا معمول ہے ، جو حکومت سے باہر رہ کر اسلامی ریاست کے نظم و نسق کو چلانے کے لیے ایک مکمل ، منضبط اور ہمہ گیر مجموعہ قوانین کے طور پر شورائی اساس پر مرتب کیا گیا درحقیقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اس علمی تحریک کا تسلسل ہے جو انہوں نے اپنے مختصر دور حکومت (۹۹-۱۰۱ھ) میں جمع و تدوین حدیث اور اصلاح نظام سلطنت کے لیے شروع کی تھی [1]۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سیاسی کاوشیں کس حد تک مستقبل پر اثر انداز ہوئیں ، اس کا ہمارے موضوع سے تعلق نہیں لیکن آپ کی علمی تحریک نے مسلمانوں کو تفسیر و قرأت ، حدیث ، فقہ ، اصول فقہ ، علم اسماء رجال ، جرح و تعدیل ، معانی ، بلاغت ، بیان ، عربی زبان و ادب غرض روایت و درایت سے متعلق تمام شعبہائے علم کی حامل شخصیات اور تالیفات کی ایک ایسی کہکشاں سجا دی جو صدیوں تک آسمان علم و دانش کو منور کرتی رہی - آج بھی ان شخصیات کے علمی مقام اور ان کی کثرت تعداد اور ان کے علمی کام کی کمیت و کیفیت کو دیکھ کر عقل انسانی ورطہ حیرت میں ڈوب جاتی ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا؟

انہی عظیم الشان کارناموں میں سے ایک کارنامہ فقہ کی تدوین ہے جس میں فقہ حنفی کو تقدم ، جامعیت اور سب سے زیادہ قابل عمل ہونے کا شرف حاصل ہے - اس کی تدوین کا اعزاز جس شخصیت کو حاصل ہے اس کا نام ہے نعمان ، کنیت ابو حنیفہ ، اور لقب امام اعظم [۲] رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ -

سلسلۂ نسب :

آپ کے پوتے اسماعیل نے اپنا شجرہ نسب یوں بیان کیا :

اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان (۳)

ابن خلکان نے امام اعظم کا شجرہ نسب اس طرح نقل کیا ہے :

ابو حنیفہ النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ (زوطی کو زا کی پیش اور طا کے زبر اور آخر میں یاء مقصورہ کے ساتھ ضبط کیا ہے) (۴)

علامہ شبلی نے ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے کہا ہے کہ غالبا جب زوطی ایمان لائے تو ان کا نام نعمان سے بدل دیا گیا - اسماعیل نے سلسلہ نسب میں اپنے دادا کا اسلامی نام ہی ذکر کیا اور ماہ اور مرزبان دونوں لقب ہوں گے کیوں کہ اسماعیل کی روایت سے اس قدر اور بھی ثابت ہے کہ ان کا خاندان فارس کا ایک معزز اور مشہور خاندان تھا - فارس میں رئیس شہر کو مرزبان کہتے ہیں اور ماہ اصل میں مہ (میم کی زیر کے ساتھ) تھا ، جس کے معنی بزرگ اور سردار کے ہیں - مشہور مصرع ہے - ع نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

عربی لہجہ نے مہ کو ماہ بنا دیا (۵) -

صحت یقین سے یہ بتانا ممکن نہیں کہ زوطی کس شہر کے رہنے والے تھے البتہ امام ابو حنیفہ کی خاندانی روایات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ کا خاندان اقلیم فارس کا رہنے والا اور فارسی نسل سے تھا - اس دور میں اسلامی تہذیب ایک برتر ، شاندار ، مقتدر اور وسیع امکانات کی عام تہذیب تھی ، اس لیے اکثر بڑے بڑے خاندان ذوق و شوق سے حلقہ بگوش اسلام ہوتے تھے - غالبا اسی عہد میں

زوطی مسلمان ہوئے - اور اسلامی دارالحکومت کوفہ میں جا کر آباد ہوئے - یہ حضرت علیؓ کا دور خلافت تھا - زوطی جو اب نعمان ہو چکے تھے، گاہے گاہے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ہدیۂ عقیدت پیش کرتے - امام ابو حنیفہ کے والد ثابت کوفہ میں ہی پیدا ہوئے - زوطی بیٹے (نعمان) کو لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے - آپ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے برکت فرمائی تھی (۶) -

امام ابو حنیفہ کے مخالفین اور حاسدوں نے آپ کے خاندان ، وطن اور نسب کے بارے میں قسم قسم کی روایات گھڑ کر تاریخوں کے اوراق سیاہ کیے ہیں - پہلے زوطی کے نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں جاٹ قرار دیا جب کہ دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار کے مطابق جاٹ ایک جاہل ، اجڈ اور خانہ بدوش قوم تھی (۷) - پھر ان کے خاندان کو غلامی کا طوق پہنانے کے لیے ان کا وطن کابل بتایا ، حالانکہ امام ابو حنیفہ کے خاندان کے تمام نام فارسی ہیں اور آپ خود بھی خاندانی حیثیت سے فارسی زبان جانتے تھے جب کہ کابل کی زبان فارسی نہیں تھی - پھر یہ بتایا گیا کہ امام ابو حنیفہ کے دادا کابل سے گرفتار ہو کر آئے اور قبیلہ تیم اللہ کی ایک عورت نے انہیں خرید لیا (۸) - تاکہ یہ ثابت کیا جائے کہ آپ کسی معزز خاندان کے فرد نہیں ہیں - اگرچہ اسلام نے تفاخر کے ان جعلی پیمانوں پر ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم (۹) (تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے) کی ضرب لگا کر انہیں پاش پاش کر دیا ہے تاہم ایسے امور میں خاندانی روایات سب سے زیادہ قابل ترجیح ہوتی ہیں ، چنانچہ امام ابو حنیفہ کے پوتے اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ ہم فارسی النسل ہیں - ہمارے باپ دادا سب آزاد لوگ تھے - اس کے بعد قسم کھا کر کہتے ہیں :

والله مادقع علینا رق قط [۱۰]

خدا کی قسم غلامی کی ذلت میں ہم کبھی مبتلا نہیں ہوئے -

اسماعیل امام اعظم کے پوتے ہیں اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کو اپنے جلیل القدر دادا کے حالات کی بھی پوری تحقیق نہیں ہوگی - اس غلط فہمی کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا خاندان بنو تیم اللہ کا حلیف تھا اور حلیف کے لیے عربی میں مولی اور موالی کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں - علامہ زاہد کوثری نے مشکل الآثار کی ایک روایت کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے آپ کے خاندان کو حلیف کے معنی میں موالی کہا گیا ہے [۱۱]-

ولادت :

بالعموم مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ ۸۰ ھ / ۶۹۹ میں کوفہ میں پیدا ہوئے ، اس وقت عبدالملک بن مروان مسند آرائے خلافت تھا - اصحاب رسول اللہ ﷺ کا آخری دور تھا اور کئی ایک صحابہ بقید حیات تھے - جن میں سے چند ایک امام ابو حنیفہ کے آغاز شباب تک زندہ رہے -

تابعیت :

امام ابو حنیفہ کے سوانح نگاروں نے آپ کی تابعیت کے مسئلہ پر موافقانہ اور مخالفانہ اس قدر زور قلم صرف کیا ہے کہ آپ کی سوانح کا ایک اہم موضوع قرار پایا-

حافظ المزی نے بتایا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی ملاقات بہتر (۷۲) صحابہ سے ہوئی لیکن یہ روایت چنداں معتبر نہیں - امام ابو حنیفہ ۸۰ ھ میں پیدا ہوئے اور

رسول اکرم ﷺ کے صحابہ میں سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ابو الطفیل نے ۱۱۰ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی - امام ابو حنیفہ کے لڑکپن میں کوفہ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اور بصرہ میں حضرت انس بن مالک (وفات ۹۳ھ) زندہ تھے - ایک تحقیق کے مطابق امام ابو حنیفہ کے ابتدائی زمانے تک کم از کم بائیس صحابہ بقید حیات تھے - ان میں سے کتنے صحابہ سے آپ کی ملاقات ہوئی - علامہ ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ امام صاحب نے آٹھ صحابہ سے ملاقات کی - حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

امام صاحب نے صحابہ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے کیوں کہ وہ ۸۰ ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے - اس وقت کوفہ میں عبداللہ بن ابی اوفی موجود تھے ، اس لیے کہ بالاتفاق ان کا انتقال ۸۰ھ کے بعد ہوا ہے اور بصرہ میں اس وقت حضرت انس موجود تھے اور ان کا انتقال ۹۰ ھ میں یا اس کے بعد ہوا ہے - اس وجہ سے امام صاحب تابعین میں سے ہیں" (۱۲) -

امام ابو حنیفہ کی تابعیت پر اکثر ائمہ فن مثلاً خطیب بغدادی ، ابن جوزی ، حافظ المزی ، الیافعی ، امام ذہبی اور امام سیوطی وغیرھم متفق ہیں- البتہ یہ امر زیر بحث رہا ہے کہ کیا امام ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے براہ راست روایت کی ہے یا نہیں-

امام ابو حنیفہ کے سوانح نگاروں نے امام صاحب کی براہ راست صحابہ سے مرویات کا بھی ذکر کیا ہے - علامہ موفق اور علامہ کردری نے ان کی تعداد پچاس بتائی ہے (۱۳)- علامہ خوارزمی کہتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ امام صاحب نے صحابہ سے روایات بیان کی ہیں البتہ ان کی تعداد میں اختلاف ہے بعض نے چھ بعض

نے سات اور بعض نے آٹھ بتائی ہیں - مسند ابی حنیفہ میں ایسی روایات موجود ہیں(۱۴)-

علامہ انور شاہ کاشمیری اور استاد ابو زہرہ نے امام ابو حنیفہ کو رویۃ تابعی اور روایۃ تبع تابعی شمار کیا ہے(۱۵) - یعنی آپ نے صحابہ کی زیارت تو کی لیکن براہ راست روایت نہیں کی - کیوں کہ ان کے خیال میں جو روایات آپ کی طرف منسوب ہیں ان میں محدثین نے کلام کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان روایات میں علل بعد کے سلسلہ سند سے پیدا ہوئی ہیں ورنہ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ میں نے ایک حدیث من بنی لله مسجدا بنی الله له بیتا فی الجنة کے کم و بیش پچاس طرق کو جمع کیا جو سب کے سب صحیح ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ صحیح سند وہ ہے جس میں امام ابو حنیفہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ صحابی رسول سے براہ راست روایت کرتے ہیں(۱۶)-

امام ابو حنیفہ کا مولد - کوفہ :

امام ابو حنیفہ کی ولادت کوفہ میں ہوئی جہاں آپ کے والد ریشمی کپڑے کی تجارت کرتے تھے - کوفہ عراق کا ایک اسلامی شہر ہے جو عہد فاروقی میں ۱۷ھ ۶۳۸ء میں امیر المومنین کے حکم سے تعمیر کیا گیا - عراق دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں کا گہوارہ تھا - ظہور اسلام سے قبل وہاں سریانیوں نے اپنے اپنے مدارس قائم کئے ہوئے تھے جن میں یونانی فلسفہ ، فارسی حکمت ، اور اسکندریہ کی طب کی تعلیم دی جاتی تھی - عراق میں بکثرت نصرانی فرقے موجود تھے جو باہمی مناظروں اور مجادلوں کے بازار گرم رکھتے - ظہور اسلام کے بعد بھی یہاں فتنہ و فساد کی گرم بازاری رہی - سیاسی اور مذہبی اختلافات نے یہاں ہمیشہ بحث و تمحیص ، معرکوں اور

تحریکوں کی آبیاری کی - یہاں ایک طرف شیعان علی تھے تو دوسری طرف ان کے شدید مخالف خوارج - ان میں معتزلہ بھی تھے اور اجلہ صحابہ کے تلامذہ بھی - کوفہ اسی عراق کے دو بڑے شہروں میں سے ایک تھا -

کسریٰ کی حکومت کے خاتمے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کی خواہش پر اس شہر کی بنیاد رکھی - فوجی چھاؤنی کے ساتھ ہر طرف سے قبائل عرب آکر یہاں آباد ہونے لگے - حضرت عمرؓ نے یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار افراد کے لیے جو یہاں آکر آباد ہو گئے تھے روزینے مقرر کیے - ان کے تعلیمی نظم و نسق کے لیے سرکاری طور پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھیجا - حضرت ابن مسعود کی علمی منزلت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کو لکھا تھا کہ ابن مسعود کی مجھے یہاں زیادہ ضرورت تھی لیکن تمہاری ضرورت کو مقدم سمجھ کر تمہاری تعلیم کے لیے ان کو بھیج رہا ہوں - انہوں نے یہاں بیٹھ کر عہد عثمانی کے آخری دور تک لوگوں کو قرآن پاک اور دین کے مسائل کی تعلیم دی - ان کی تعلیمی جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض محدثین کے بیان کے مطابق اس نو آباد شہر میں چار ہزار علماء و محدثین پیدا ہو گئے - حضرت علی نے جب اس شہر کو دارالخلافہ بنایا تو کوفہ میں علم کے چرچے دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے : " اللہ تعالیٰ ابن مسعود کا بھلا کرے ، انہوں نے اس بستی کو علم سے بھر دیا" - حضرت علی کے ہمراہ صحابہ میں سے ایک ہزار پچاس افراد جن میں سے چوبیس بدری صحابی تھے کوفہ آئے اور ان میں سے بہت سے وہیں سکونت پذیر ہو گئے - ان بزرگوں کی بدولت ہر جگہ حدیث اور روایت کے چرچے پھیل گئے اور کوفہ کا ایک ایک گھر حدیث کی درس گاہ بن گیا - اس کے بعد بھی کوفہ میں صحابہ کی آمد جاری رہی اور عجلی نے ان پندرہ سو صحابہ کے نام گنوائے ہیں جو کوفہ میں

سکونت پذیر ہوگئے تھے ، ان میں سے ستر بدری صحابی تھے -

ابن عباس جو صحابہ میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے ، ان کے علوم کا ایک زندہ نسخہ سعید بن جبیر کوفہ میں تھے - ان کے علمی مرتبے کا یہ حال تھا کہ جب کوفہ کا کوئی شخص ابن عباس کے پاس فتویٰ پوچھنے جاتا تو وہ فرماتے کیا تمہارے یہاں سعید بن جبیر موجود نہ تھے - ان کے ہوتے ہوئے یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی -

شعبی ، جنہوں نے پانچ سو صحابہ سے استفادہ کیا تھا، پورے عالم اسلام کے چار بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے ، ان کا علمی پایہ اتنا بلند تھا کہ حضرت ابن عمرؓ جب ان کو مغازی پر بحث کرتے ہوئے سنتے تو فرماتے ، میں ان غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک رہ چکا ہوں مگر ان کی یادداشت مجھ سے زیادہ ہے-

علقمہ ، ابن مسعود کے شاگرد تھے اور امام ابو حنیفہ کے دو واسطوں سے استاد تھے - ان کا علمی مقام یہ تھا کہ صحابہ ان کے پاس مسائل دریافت کرنے آتے تھے - ان کے شاگرد ابراہیم نخعی نے حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت عائشہؓ سے استفادہ کیا اور جب ۹۵ھ میں ان کی وفات ہوئی تو ابو عمران نے ایک شخص سے کہا، آج تم نے سب سے بڑے فقیہ کو دفن کر دیا - اس نے کہا، کیا حسن بصری سے بھی بڑے ، انہوں نے جواں دیا، ایک حسن بصری کیا ؟ تمام اہل بصرہ ، اہل کوفہ ، اہل شام اور اہل حجاز سے بھی بڑے -

شریح جو یہاں کے قاضی تھے ان کے بارے میں حضرت علیؓ جنہیں لسان نبوت نے ”اقضاھم علی“ کے خطاب سے نوازا تھا ، کا یہ ارشاد ہے : شریح ! اٹھو اور فیصلہ کرو ، کیوں کہ تم عرب میں سب سے بڑھ کر قاضی ہو - ان کے

علاوہ تینتیس اشخاص یہاں اور بھی ایسے موجود تھے جو صحابہ کی موجودگی میں ارباب فتویٰ سمجھے جاتے تھے -

کوفہ میں علم کا اس قدر چرچا تھا کہ رامہر مزی انس بن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ جب میں کوفہ پہنچا تو اس وقت یہاں چار ہزار حدیث کے طلبہ اور چار سو فقہاء موجود تھے - کوئی محدث طلب حدیث کے سلسلے میں کوفہ کے سفر سے بے نیاز نہیں تھا حتیٰ کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ حدیث حاصل کرنے کے لیے کتنی بار کوفہ گیا ہوں (۱۷) -

الغرض کوفہ کو اسلامی عہد کا ایک بہت بڑا علمی مرکز ہونے کا شرف حاصل تھا جو ہزاروں صحابہ کا مرجع و مسکن اور محدثین و فقہاء کا موطن و مرکز تھا- یہی وجہ ہے کہ محدثین نے دیگر بلاد اسلامیہ کے ساتھ اہل کوفہ کے تعامل کو بھی بڑی اہمیت دی - امام ترمذی نے شاید ہی فقہ کا کوئی باب چھوڑا ہو جس میں اہل کوفہ کا مذہب نہ نقل کیا ہو (۱۸)-

یہ تھا امام ابو حنیفہ کا مولد جہاں آپ نے علمی تربیت حاصل کی اور جہاں آپ نے اس عظیم علمی روایت کی بنیاد رکھی جو بعد میں سارے عالم اسلام میں فقہ حنفی کے نام سے متعارف ہوئی -

حلیہ :

خطیب بغدادی نے ابو نعیم کے حوالے سے امام ابو حنیفہ کا حلیہ یوں بیان کیا ہے :

امام ابو حنیفہ خوش رو ، خوش لباس ، خوشبو پسند کرنے والے ، خوش مجلس ، نہایت کریم النفس اور اپنے رفقاء کے بڑے ہمدرد تھے - ابو یوسف فرماتے ہیں ، امام صاحب کا قد میانہ تھا نہ بہت کوتاہ نہ زیادہ دراز ، گفتگو نہایت شیریں ، آواز بڑی دلکش اور بڑے قادر الکلام تھے - عمر ، امام اعظم کے پوتے فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ کسی قدر دراز قامت تھے - آپ کے رنگ پر گندم گونی غالب تھی - اچھا لباس پہنتے ، عام طور پر اچھی حالت میں رہتے ، خوشبو کا اتنا استعمال کرتے تھے کہ آپ کی نقل و حرکت کا اندازہ خوشبو کی مہک سے ہو جاتا تھا(١٩)-

تحصیل علم کی طرف توجہ :

امام ابو حنیفہ کا آبائی پیشہ تجارت تھا - آپ نے اس کو مزید ترقی دی - اس لیے آپ کی زیادہ آمد و رفت شہروں اور بازوروں تک محدود تھی - لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں جو علمی تحریک شروع ہوئی اس نے ہر طرف طلب علم کے چرچے کو عام کر دیا - اتفاق سے انہی دنوں آپ گذر رہے تھے کہ امام شعبی جن کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا ہے ، ان کا مکان راستے میں تھا - انہوں نے یہ سمجھ کر کہ کوئی ہونہار طالب علم ہے بلا لیا ، پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے کسی سوداگر کا نام لیا ، انہوں نے کہا ، میرا مطلب ہے تم پڑھتے کس سے ہو ، آپ نے کہا ، میں علماء کے پاس کم آتا جاتا ہوں اور تجارت کرتا ہوں - امام شعبی کی گوہر شناس نظر نے ابو حنیفہ کی آنکھوں میں مستقبل کے امام و مجتہد کی جھلک دیکھتے ہوئے فرمایا ، مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں ، تم علماء کی صحبت میں

بیٹھا کرو - اس نصیحت نے امام صاحب کے دل میں گھر کر لیا اور آپ تحصیل علم کی طرف متوجہ ہو گئے -

علم الکلام سے علم فقہ تک :

شعبی کی نصیحت کا امام ابو حنیفہ پر اثر ہوا ، لیکن وہ اپنی ذہانت ، دقت نظر ، بلند خیالی اور کوفہ کے فرقہ وارانہ اور مناظرانہ ماحول کی وجہ سے علم کلام کی طرف متوجہ ہوئے اور بہت جلد ایک کامیاب متکلم اور مناظر کے طور پر معروف ہو گئے - مختلف فرقوں کے علماء سے کوفہ اور بصرہ میں مناظرے کئے - ممکن ہے آپ اپنی اس علمی کارکردگی پر مطمئن ہو جاتے لیکن ایک چھوٹے سے واقعے نے آپ کی حساس طبیعت میں ایک نیا تموج پیدا کر دیا - ہوا یوں کہ ایک خاتون آپ کے پاس ایک فقہی مسئلہ پوچھنے آئیں - آپ نے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے اسے حماد کے حلقہ درس کی راہ دکھائی اور کہا کہ وہ جو جواب دیں مجھے بھی بتلا دینا - خاتون نے واپسی پر جواب بتلا دیا ، اس چھوٹے سے واقعہ سے ابو حنیفہ کو دھچکا لگا اور ان کی سوچ میں انقلاب آگیا - انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ مجھے فقہ کی تعلیم حاصل کرنا ہے - وہاں سے اٹھے اور حماد کے حلقہ درس میں جا بیٹھے -آپ نے خود اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا :

"ایک عورت نے مجھے دھوکہ دیا ، ایک عورت نے مجھے زاہد بنا دیا اور ایک دوسری عورت نے مجھے فقیہ بنا دیا" (۲۱)

85/33

کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے حلقہ درس کے مسند نشین حماد تھے - امام ابو حنیفہ نے اٹھارہ سال ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام نے ان کے علاوہ اور کسی سے استفادہ نہیں کیا - حافظ ذہبی

نے آپ کے اساتذہ کی تعداد دو سو نوے بتائی ہے جن میں سے سینتالیس صحیحین (بخاری و مسلم) کے رواۃ ہیں اور چار صرف مسلم کے جب کہ ایک صرف بخاری کے (۲۲)۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کس قدر ثقہ اور قابل اعتماد محدثین سے استفادہ کیا ہے - اسی سے امام ابو حنیفہ کی تالیف مسند ابی حنیفہ کا درجہ متعین کیا جا سکتا ہے -

حماد کی جانشینی :

۱۲۰ھ / ۷۳۸ء میں حماد کا انتقال ہو گیا تو ان کے جانشین کی تلاش شروع ہوئی - پہلے حماد کے بیٹے کو مسند درس پر بٹھایا گیا لیکن وہ لغت و ادب کی طرف زیادہ مائل تھے - ان کے بعد ابو نہشل، ابو بردہ اور موسیٰ بن کثیر کو یکے بعد دیگرے آزمایا گیا لیکن حماد کے علمی حلقے کو بر قرار رکھنے میں کسی کو کامیابی نہ ہوئی - آخر حماد کے سب سے لائق شاگرد ابو حنیفہ سے درخواست کی گئی کہ وہ استاد کی مسند کو سنبھالیں - امام ابو حنیفہ نے جب تدریس شروع کی تو ان کی عمر چالیس سال تھی۔

تھوڑے عرصہ میں امام کے حلقہ درس نے ایسی خصوصیت حاصل کر لی کہ نہ صرف ہونہار طلبہ کو اس نے کھینچ لیا بلکہ امام کے ہم درس اہل علم بھی اس حلقے میں بیٹھنے لگے اور یہ حلقہ درس روز بروز وسیع ہونے لگا جب کہ کوفہ کے دوسرے علمی حلقے جن میں ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، سفیان ثوری اور شریک تدریس کا فریضہ ادا کر رہے تھے اس سے متاثر ہوئے (۲۳) - عجب نہیں کہ ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ نے بعد کے دور میں جو اختلاف ابی ابو حنیفہ کا سرطان پالنا شروع کر دیا تھا اس کی وجہ یہی رہی ہو -

سلسلہ درس کی وسعت :

سپین کے علاوہ اسلامی دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہیں تھا جو امام صاحب کی شاگردی سے وابستہ نہ ہو گیا ہو - علامہ شبلی اور مولانا مناظر احسن گیلانی نے عقود الجمان اور معجم المصنفین کے حوالوں سے ان ممالک اور اضلاع کی طویل فہرست دی ہے جہاں کے طلبہ امام صاحب کے حلقہ درس میں آتے اور واپس جا کر اپنے اپنے علاقوں میں علمی خدمات انجام دیتے (۲۴) -

رفتہ رفتہ امام ابو حنیفہ کا علمی اثر و رسوخ اس قدر بڑھ گیا کہ اموی حکومت نے اپنی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے کے لیے آپ کے اثر و رسوخ سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا -

امام ابو حنیفہ اور ابن ہبیرہ :

زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے بنو امیہ کی حکومت کے خلاف خاصی جمعیت اکٹھی کر لی تھی اور شیعان کوفہ نے جس طرح ان کے جد امجد کو حمایت کی یقین دہانی کرائی تھی - تاریخ اپنے آپ کو پھر اسی طرح دہرا رہی تھی- حضرت حسینؓ کی شہادت کے ساٹھ سال بعد ان کے پوتے زید بن علی بھی اموی خلافت کا مقابلہ کرتے ہوئے میدان جنگ میں قتل کر دیئے گئے - اس وقت ہشام کی حکومت تھی - ہشام نے ۱۲۵ھ / ۷۴۳ ء میں وفات پائی ، اس کے بعد ولید بن یزید ، یزید الناقص ، ابراہیم بن ولید اور مروان الحمار یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے - مروان کے عہد میں عباسی خلافت کے حق میں تحریک بہت زور پکڑ گئی اور ابو مسلم خراسانی نے سارے ملک میں سازشوں کا جال پھیلا دیا - سازش کا سب سے بڑا مرکز کوفہ تھا ، اس لیے مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو وہاں کا

گورنر بنا کر حالات کی درستی کی ذمہ داری اس کے سپرد کر دی -

یزید بن عمر بن ہبیرہ نے گورنری کا عہدہ سنبھالتے ہی دیکھا کہ عراق کے مذہبی طبقے کا حکومت میں کوئی عمل دخل نہیں جب کہ عوام میں ان کی بے پناہ پذیرائی ہے چنانچہ اس نے فقہائے عراق کا ایک اجلاس بلایا اور متعدد بڑے بڑے عہدے ان کی خدمت میں پیش کر دیئے - قاضی ابن ابی لیلی ، ابن شبرمہ اور داود بن ہند ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عہدے قبول کر لیے -

امام ابو حنیفہ کو قضا کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن آپ نے انکار کر دیا - ہر چند دوسرے فقہاء نے سمجھایا لیکن آپ اپنے انکار پر قائم رہے اور کہا :

"اگر یزید کہے کہ واسط کی مسجدوں کے دروازے گن دو تو مجھے وہ بھی گوارا نہیں ، چہ جائیکہ وہ کسی مسلمان کے قتل کا فرمان لکھے اور میں اس پر مہر لگاؤں"

اصرار اور انکار کا سلسلہ چلتا رہا تاآنکہ ابن ہبیرہ نے غضبناک ہوکر حکم دیا کہ ہر روز ان کو دس کوڑے لگائے جائیں - اس ظالمانہ حکم پر عمل درآمد شروع ہوگیا لیکن آپ نے آخرت کی بازپرس پر دنیا کی مصیبت کو ترجیح دیتے ہوئے اپنا انکار برقرار رکھا - آخر مجبور ہوکر یزید نے چھوڑ دیا - موقع ملتے ہی آپ نے حرمین کی راہ لی اور ۱۳۰ھ / ۷۴۸ء میں مکہ معظمہ جا پہنچے - ۱۳۶ھ / ۷۵۴ء تک آپ وہیں رہے - پھر واپس کوفہ آگئے (۲۵) -

امام ابو حنیفہ حرمین میں :

اس سے قبل امام کئی بار حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین سے

مشرف ہو چکے تھے ، الموفق کی ایک روایت کے مطابق امام نے پہلا حج اپنے والد کے ہمراہ ۹۶ھ / ۷۱۴ء میں کیا جب آپ کی عمر سولہ سال تھی - آپ فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو میں نے ایک بڑا حلقہ دیکھا ، میں نے اپنے والد سے پوچھا ، یہ کس کا حلقہ ہے تو میرے والد نے کہا ، یہ حضرت عبداللہ بن حارث صحابی کا حلقہ ہے - میں آگے بڑھا اور ان کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا :

من تفقه فی دین الله کفاه الله مهمه و یرزقه من حیث لا یحتسب (۲۶)

جس نے دین میں فقہ و دانش حاصل کر لی اللہ اس کے اہم معاملات کا ذمہ دار ہو جاتا ہے اور اسے ایسی ایسی جگہوں سے رزق دیتا ہے کہ اسے گمان بھی نہیں ہوتا -

اس دفعہ امام ابو حنیفہ طویل وقت کے لیے حرمین میں رہے اور وہاں افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری رکھا - حرمین کے بڑے بڑے شیوخ اور اساتذہ سے آپ نے استفادہ کیا - حتی کہ ایک روایت کے مطابق چار ہزار تابعین سے آپ نے حدیث روایت کی (۲۷)-

حجاز میں عطاء بن ابی رباح بہت بڑے محدث تھے - امام نے ان سے استفادہ کیا - جب بھی امام ابو حنیفہ عطاء کا ذکر کرتے تو فرماتے -

" عطاء سے بہتر آدمی میں نے کوئی نہیں دیکھا " (۲۸)

عطاء تمام علوم کے جامع تھے -

دوسری طرف عطاء بن ابی رباح کا یہ حال تھا کہ ان کے شاگرد حارث بن عبدالرحمن کہتے ہیں :

" ہم لوگ عطاء بن ابی رباح کے پاس ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھے ہوتے پھر جب ابو حنیفہ آجاتے تو عطاء مجلس والوں کو پھیل جانے کا حکم دیتے اور ابو حنیفہ کو اپنے قریب بلا کر بٹھاتے " (۲۹)

حجاز میں آپ نے صرف استفادہ ہی نہیں کیا بلکہ آپ کی مجلس علمی ، مذاکروں اور بحث و مباحثہ کا سلسلہ بھی جاری رہا - موفق نے وزیر بن عبداللہ کے حوالے سے لکھا ہے ، وہ کہتے ہیں :

" میں نے مکہ معظمہ میں یسین الزیات کو دیکھا کہ سامنے ایک بڑی جماعت ہے اور وہ چلا چلا کر کہہ رہے ہیں ، لوگو! ابو حنیفہ کے پاس آیا جایا کرو ، ان کے پاس بیٹھنے کو غنیمت سمجھو، ان کے علم سے فائدہ اٹھاو ، ایسا آدمی پھر نہیں ملے گا جو حلال و حرام کا اتنا بڑا عالم ہے - اگر تم نے اس شخص کو کھو دیا تو علم کی بہت بڑی مقدار کو کھو بیٹھو گے " (۳۰)

موفق ہی لکھتے ہیں کہ ابو حنیفہ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان پر خلق خدا کا ہجوم تھا - دور دراز تک ہر علاقے کے لوگ جمع تھے ، آپ سے مسائل پوچھتے اور آپ ان کا جواب دیتے - ابن مبارک نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ کو مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے دیکھا کہ اہل مشرق و مغرب کو فتوے دے رہے ہیں اور مسائل پوچھنے والے کوئی عام لوگ نہیں

تھے بلکہ ان میں بڑے بڑے فقہاء اور چیدہ اہل علم تھے (۳۱)۔

حرمین میں امام کی موجودگی کے دوران جن علماء سے امام کے طویل مذاکرات اور مباحثے ہوتے رہے ان میں ابن جریج اور امام مالک کا بطور خاص تذکرہ کیا جاتا ہے - امام طحاوی ابن در اور دی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :

" میں نے مالک اور ابو حنیفہ کو مسجد نبوی میں دیکھا کہ عشاء کی نماز کے بعد دونوں علمی مذاکرے اور بحث میں مصروف ہیں - یہ سلسلہ ساری رات چلتا رہتا تاآنکہ صبح کی نماز بھی وہیں ادا کرتے جہاں عشاء کی نماز کے بعد بیٹھتے تھے "

خود امام مالک نے امام ابو حنیفہ کی فقاہت اور قوت استدلال کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا :

" میں نے ابو حنیفہ سے اپنے یہاں کے ایک حجازی فقیہ کو بحث کرتے ہوئے دیکھا کہ تین دفعہ حجازی فقیہ کو ابو حنیفہ نے اپنی رائے ماننے پر مجبور کیا اور آخر تیسری رائے جس کے ماننے پر مجبور کیا تھا، ابو حنیفہ نے ثابت کر دیا کہ وہ بھی غلط ہے "(۳۲)

شام کے سب سے بڑے عالم امام اوزاعی کے یہیں امام ابو حنیفہ کے ساتھ علمی مباحثے ہوئے جس کے بعد وہ امام کی علمی جلالت قدر کے اس حد تک معتقد ہوئے کہ انہوں نے اپنی غلط فہمی کی معذرت کی -

مصر کے امام الائمہ لیث بن سعد نے آپ کی ملاقات کے لیے حرمین کا

سفر کیا، لیث کہتے ہیں کہ :

"میں نے دیکھا کہ لوگ ان کو گھیرے ہوئے ہیں، سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہے، ایک انتہائی مشکل سوال کیا گیا۔ امام نے اتنی آسانی سے اس کا بہتر جواب دیا کہ میں حیران رہ گیا۔ مجھے ان کے صحیح جواب دینے پر اتنی حیرت نہیں ہوئی جتنی فوری اور بے ساختہ جواب پر ہوئی"(۳۳)

اس کے علاوہ اس دور میں مدینہ میں جو فقہائے سبعہ کی کونسل تھی، امام نے اس سے بھی استفادہ کیا جس کا ہم آئندہ صفحات میں تذکرہ کریں گے۔

امام تقریباً چھ سال حرمین میں رہے، البتہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنو امیہ کی حکومت ختم ہونے پر آپ نے کوفہ آنا جانا شروع کر دیا تھا لیکن آپ کی مستقل کوفہ واپسی ۱۳۶ھ / ۷۵۴ء میں ہوئی۔

کوفہ واپسی اور مجلس تدوین فقہ کی تاسیس :

بالعموم مورخین نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ آپ نے تدوین فقہ کا کام ۱۲۱ / ۷۳۹ء میں شروع کیا اور ناسازگار حالات میں عارضی وقفوں کے علاوہ آپ کی وفات ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء تک مسلسل جاری رہا۔ لیکن ہم نے اس رائے کو ترجیح دی ہے کہ آپ نے مجلس تدوین فقہ کی تشکیل حرمین سے واپسی پر کی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ۱۲۱ھ / ۷۳۹ء میں جب آپ نے حماد کی مسند تدریس سنبھالی تو آپ کے پاس تدریس و افتاء وغیرہ کے سابقہ تجربات نہیں تھے۔ تب آپ کی حیثیت حماد کے ایک نمایاں، ہونہار اور متمول شاگرد کی تھی۔ قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ آپ نے مسند تدریس سنبھالتے ہی کوئی بڑا انقلابی قدم نہیں اٹھایا ہوگا بلکہ

آپ نے کچھ عرصے تک حماد کے سلسلہ کو اسی نہج پر جاری رکھا ہوگا - اس دوران میں جب کہ آپ علمی دنیا میں عملا ایک استاذ اور فقیہ کی حیثیت سے داخل ہوگئے تو آپ پر تدوین فقہ کی ضرورت واضح ہونا شروع ہوئی ہوگی - پھر حرمین کے سفر میں آپ نے مدینہ کے فقہائے سبعہ کے حلقے اور ان کی شورائی حیثیت کا مطالعہ کیا تو اس سے آپ کو ایک ایسی مجلس کی تشکیل کا خیال پیدا ہوا ہوگا جو پوری اسلامی ریاست کی ضروریات پوری کرے -

ہمارے رائے کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ مجلس تدوین فقہ کے اہم ارکان جن کی فہرست بالعموم تذکرہ نگاروں نے دی ہے دوسری صدی ہجری کی پہلی دہائی کے بعد پیدا ہوئے - ان میں سے بیشتر نے اس وقت جب کہ امام ابو حنیفہ نے تدریس کا آغاز کیا ابھی تک بچپن کی دہلیز پار کر کے جوانی میں قدم نہیں رکھا تھا - یہاں ان افراد کے سنین ولادت کی تفصیل دینے سے سلسلہ تحریر طویل ہو جائے گا - آگے چل کر جہاں ہم ارکان مجلس تدوین فقہ کے مختصر حالات دیں گے وہاں مراجعت سے بآسانی یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ رائے درست نہیں کہ آپ نے ۱۲۱ھ / ۷۳۹ء سے ہی مجلس تدوین فقہ کی تشکیل کر لی تھی - آپ کے کام کی نوعیت یہ بتاتی ہے کہ اس کے پیچھے برسوں کی سوچ اور سالہا سال کے غور و فکر اور منصوبہ بندی کی موثر قوت کارفرما ہے -

امام ابو حنیفہ اور خلفائے بنو عباس :

تذکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمین سے واپسی پر امام ابو حنیفہ نے اپنا زیادہ وقت علمی مشاغل کے لیے وقف کر دیا - لیکن امویوں کی طرح عباسیوں کو بھی امام صاحب ایسی بااثر شخصیت کی حمایت کی ضرورت تھی - غالبا شروع شروع میں امام صاحب کو یہ توقع تھی کہ عباسی نظم حکومت کو اسلامی اصول عدل و دیانت

پر واپس لے آئیں گے اس لیے انہوں نے پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس السفاح کو اپنی حمایت کا یقین دلایا تھا لیکن جب آپ نے دیکھا کہ عباسیوں کی سفاکی امویوں سے کسی طرح کم نہیں تو السفاح کے دور سے ہی امام صاحب کی رائے تبدیل ہو گئی تھی۔

ابراہیم بن میمون جو انتہائی متقی، دیندار اور پرجوش عالم تھے، امام صاحب کے خصوصی حلقہ احباب میں سے تھے وہ امام صاحب سے کہا کرتے تھے کہ ان مظالم پر کیا ہم کو خاموش رہنا چاہئے۔ امام صاحب کی رائے تھی کہ امر بالمعروف بلا شبہ فرض ہے لیکن اس کے لیے سامان شرط ہے۔ بے سروسامان امر بالمعروف کا حکم صرف انبیاء کے لیے ہے۔ ابراہیم بن میمون اور امام صاحب میں اس مسئلہ پر عرصہ تک گفت و شنید جاری رہے۔ آخر پرجوش ابراہیم کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور وہ ابو مسلم خراسانی جو بنو عباس کے مظالم کا بانی تھا، کے پاس گئے اور اس سے انتہائی بے باکی سے گفتگو کی۔ اس پر اس نے ابراہیم کو قتل کروا کر کسی اندھے کنویں میں پھنکوا دیا۔ امام ابو حنیفہ کو اتنے مخلص دوست کے مارے جانے کا ساری زندگی صدمہ رہا۔

بنو عباس نے سادات کا نام استعمال کر کے حکومت حاصل کی تھی اس لیے انہیں ہر وقت یہ خطرہ رہتا تھا کہ سادات اور علویین کہیں خلافت کے دعوے کے ساتھ ان کے مدمقابل نہ آجائیں۔ اس لیے دوسرے عباسی خلیفہ منصور نے صرف بدگمانی پر سادات اور علویوں کی بیخ کنی شروع کر دی۔ ان میں جو ممتاز لوگ تھے ان کو چن چن کر مشق ستم بنایا گیا۔ ان مظالم سے تنگ آکر آخر ۱۴۵ھ / ۷۶۲ء میں انہی مظلوم سادات میں سے محمد نفس ذکیہ نے تھوڑے سے آدمیوں کے ہمراہ مدینہ میں عباسی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور

تھوڑے عرصہ میں خاصی حمایت حاصل کرلی - بڑے بڑے ائمہ مذاہب نے ان کی حمایت شروع کر دی حتی کہ امام مالک نے فتوی دے دیا کہ منصور نے جبرا بیعت لی ہے ، خلافت نفس ذکیہ کا حق ہے -

نفس ذکیہ کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں اور آخر رمضان ۱۴۵ھ / نومبر ۷۶۲ء میں نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے - ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے علم بغاوت بلند کیا اور اس تیاری کے ساتھ مقابلے پر آئے کہ منصور حواس باختہ ہوگیا - اس نے دو ماہ تک کپڑے تبدیل نہیں کئے - سرہانے سے تکیہ اٹھا دیتا اور کہتا کہ معلوم نہیں یہ تکیہ میرا ہے یا ابراہیم کا - کبھی کہتا ، کسے خبر ہے کہ ابراہیم کا سر میرے آگے ہوگا یا میرا سر ابراہیم کے آگے -

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب اس تحریک میں ابراہیم کے ساتھ تھے اور مالی معاونت کرتے رہے لیکن بذات خود لڑائی میں شریک نہیں ہوئے - اگر یہ روایات درست ہیں تو اس کی وجہ یقیناً یہ ہوئی ہوگی کہ کوفہ والوں کی تاریخ امام صاحب کی نگاہ میں تھی کہ انہوں نے پہلے نواسۂ رسول حضرت حسین کو باصرار کوفہ بلا کر بے یارومددگار چھوڑ دیا - پھر حضرت حسین کے پوتے زید بن علی کے ساتھ اسی تاریخ کو دہرایا - اس موقع پر بھی حضرت امام نے حضرت زید کی مالی معاونت کرنے کے ساتھ ساتھ فرمایا تھا :

> " اگر مجھے یقین ہو کہ مشکل وقت پڑنے پر لوگ آپ کو تنہا نہیں چھوڑ دیں گے بلکہ عزم و حوصلے سے آپ کے ساتھ کھڑے رہیں گے تو میں ضرور ساتھ دیتا اور عملا قتال میں شریک ہو جاتا "

امام صاحب دیکھ چکے تھے کہ سادات کے ساتھ کوفہ والوں نے پہلے دو

مرتبہ جس "وفاشعاری" کا ثبوت دیا تھا کوئی وجہ نہیں کہ تیسری بار بھی وہی تاریخ نہ دھرائی جائے اس لیے آپ نے تمام تر دلی ہمدردی اور مالی معاونت کے باوجود خود لڑائی میں شرکت نہیں کی - بہر حال اس لڑائی کا بھی وہی انجام ہوا اور ابراہیم بصرہ کے قریب نہایت دلیری سے لڑتے ہوئے مارے گئے [۳۴]-

ابو جعفر کی طرف سے قضا کی پیش کش :

ابو جعفر المصور کو معلوم تھا کہ امام ابو حنیفہ عباسیوں کے ہم نوا نہیں ہیں چنانچہ ان کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اس نے ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء کے لگ بھگ امام ابو حنیفہ کو کوفہ سے بغداد بلایا اور وہاں روکے رکھا اور عہدۂ قضا قبول کرنے پر اصرار کرتا رہا- لیکن امام ابو حنیفہ نے اس وقت بلطائف الحیل اس کو ٹال دیا-

اس کے کچھ عرصہ بعد المصور نے پھر امام صاحب کو بغداد طلب کیا اور اس سے بھی بڑی پیش کش کر دی اور وہ یہ کہ انہیں کوفہ ، بصرہ ، بغداد اور ان سے ملحقہ علاقوں کی قضا کا پروانہ دیتے ہوئے یہ خواہش کی کہ وہ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کریں - قضا کے تمام اختیارات ان کے پاس ہوں گے اور تمام اسلامی صوبوں میں قضاۃ کا تقرر آپ کے ہاتھ سے ہوگا[۳۵]-

اس پیش کش کے پس پردہ منصور کے عزائم کیا تھے - اسے اس کے وزیر عبدالملک بن حمید کی زبانی سنیئے ، جو امام صاحب سے حسن عقیدت رکھتا تھا ، اس نے امام صاحب سے آکر کہا :

"امیرالمومنین تو صرف بہانے کی تلاش میں ہیں - اگر آپ ان کی پیش کش قبول نہیں کرتے تو آپ کے بارے میں جو

بدگمانیاں ہیں وہ یقین میں بدل جائیں گی " (۳٦)

لیکن یہ جانتے ہوئے بھی کہ انکار کی صورت میں انجام کیا ہوگا امام ابو حنیفہ نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا - خلیفہ سے یہ عذر پیش کیا کہ میں قضا کا اہل نہیں ہوں - خلیفہ نے کہا ، آپ جھوٹ بولتے ہیں - آپ اہل ہیں - آپ نے جواب دیا کہ آپ نے خود ہی میری نااہلی کا فیصلہ دے دیا ہے - اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو جھوٹا شخص قاضی نہیں ہو سکتا - یہ تو محض ایک بہانہ تھا لیکن اصل وجہ کیا تھی ، آپ نے ایک موقع پر ان وجوہ سے منصور کو تفصیلا آگاہ کیا (جن کا ذکر آئیندہ صفحات میں آئے گا)

اس مرتبہ امام ابو حنیفہ واپس کوفہ تشریف لائے اور اپنے شاگردوں کا ایک اجتماع منعقد کیا جس میں آپ کے ایک ہزار تلامذہ نے شرکت کی - اس موقع پر آپ نے ایک اہم تاریخی تقریر کی جس میں آپ نے اپنے تلامذہ کو مستقبل کا لائحہ عمل دیا -

امام ابو حنیفہ کی پھر دوبارہ خلافت میں طلبی ہوگئی - کوفہ کے گورنر سے کہا گیا کہ ڈاک کی سواری کا انتظام کیا جائے اور ابو حنیفہ کو فورا روانہ کر دیا جائے - غالبا ابو جعفر منصور نے امام کے سامنے پھر وہی مطالبہ رکھا کہ آپ قضا قبول کریں لیکن آپ نے حسب سابق انکار کر دیا - اب خلیفہ کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا اور اس نے آپ کو جیل بھجوا دیا - لیکن امام کا اثر و رسوخ ، ذاتی وجاہت ، علمی مقام اور وزراء و اعیان سلطنت کی عقیدت مندی اتنی تھی کہ منصور انہیں چند دن سے زیادہ جیل میں نہ رکھ سکا اور جیل کے بجائے کسی مکان میں نظر بند کر دیا -

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں امام ابو حنیفہ پر سختی کی

گئی ، کوڑے لگائے گئے اور آخر میں آپ کو زہر دے دیا گیا جس سے آپ کا انتقال ہو گیا - ہر چند المنصور ایسے حکمران سے یہ سب کچھ بعید نہیں لیکن ثقہ مورخین ان کہانیوں کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کیوں کہ وہ وقت بہت پیچھے رہ گیا تھا جب ابن ہبیرہ نے آپ پر سختی کی تھی - اب آپ اپنے عہد کے سب سے بڑے مجتہد اور فقیہ ، ہزاروں علماء کے استاد اور بے پناہ اثر و رسوخ والی شخصیت تھے - ابو جعفر آپ کے بارے میں جو بھی ارادے رکھتا ہو لیکن آپ کے ساتھ توہین آمیز برتاؤ کرنا اس کے اپنے اقتدار کے لیے سود مند نہیں تھا -

وفات :

موفق مکی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ منصور کے بے پناہ اصرار کے پیش نظر آپ نے دجلہ کے پار ایک چھوٹی سی بستی رصافہ ، جہاں بعد میں ایک بڑی چھاونی بن گئی تھی ، کی قضا قبول کر لی اور نظر بندی سے آپ کو رہا کر دیا گیا - یہاں آپ کے پاس تیسرے دن ایک مقدمہ آیا جو دو درہم اور چار پیسے کا تھا - مدعی کے پاس گواہ نہیں تھے - مدعی علیہ قسم کھانے لگا تو آپ نے اسے روک دیا اور رقم اپنے پاس سے دے دی - اس کے بعد اگلے دو دن پھر اسی طرح گزر گئے کہ کوئی مقدمہ نہیں آیا - اس پنج روزہ قضا کے بعد آپ بیمار ہو گئے اور چھ روز بیمار رہنے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا (۳۷) -

طبقات ابن سعد میں واقدی کے حوالے سے مذکور ہے ، وہ کہتے ہیں کہ :

> جس روز امام ابو حنیفہ کا انتقال ہوا ، میں کوفہ میں تھا اور ان کی آمد اس روز متوقع تھی کہ ان کی وفات کی خبر آگئی (۳۸) -

امام ابو حنیفہ کو جب اپنی موت کا یقین ہوگیا تو سجدے میں چلے گئے اور اسی حال میں جان جاں آفریں کے سپرد کر دی -

آپ کا انتقال رجب ۱۵۰ھ /اگست ۷۶۷ء میں ہوا - جنازے پر لوگوں کا اتنا ہجوم تھا کہ چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی - اور پہلی بار نماز جنازہ میں کم و بیش پچاس ہزار افراد شریک تھے -

امام صاحب نے وصیت کی تھی کہ انہیں خیزران کے مقبرے میں دفن کیا جائے کیوں کہ یہ جگہ ان کے خیال میں مغصوب نہیں تھی - وصیت کے مطابق خیزران کے مشرقی جانب ان کا مقبرہ تیار ہوا(۳۹) - آج بھی آپ کا مزار مشہدابی حنیفہ بغداد میں زیارت گہ خلائق ہے -

رضی اللہ عنہ

حواشی و حوالہ جات

۱- بنو امیہ نے جس طرح حکومت کی وہ تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہے - بڑے بڑے ائمہ عظام مثلاً حسن بصری ، ابن سیرین ، ابراہیم نخعی اور شعبی وغیرہ کے لیے خاموشی کے سوا چارہ کار نہ تھا - امام ابو حنیفہ کے استاذ حماد کے استاذ ابراہیم نخعی کو جب حجاج بن یوسف کی وفات کی خبر پہنچی تو فرط مسرت سے آبدیدہ ہو کر بارگاہ ایزدی میں سجدہ شکر بجا لائے - انہی بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سریر آرائے خلافت (۹۹ھ ۷۱۷ء) ہوتے ہی تمام ظالم و بدکردار گورنروں کو ایک ایک کر کے برطرف کر دیا اور پہلے خطبے میں ہی اعلان فرمایا : لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (اللہ کی نافرمانی میں کسی شخص کی اطاعت جائز نہیں) اور ہر شخص کو حکم دیا کہ جہاں جہاں جس قسم کی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے - یہ دور اگرچہ مختصر (۹۹-۱۰۱ھ ۷۱۷-۷۱۹ء) تھا لیکن اس وقت امام ابو حنیفہ کا عنفوان شباب تھا - وہ اٹھارہ بیس سال کے پیٹے میں تھے - عجب نہیں کہ امام صاحب اس مختصر لیکن جاندار تحریک سے متاثر ہوئے ہوں - تفصیلات اور مآخذ کے لیے دیکھیے : مناظر احسن گیلانی ، حضرت امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی ، ۲۹-۴۳

۲- آپ کی کنیت ابو حنیفہ کسی اولاد کی وجہ سے نہیں تھی ، بلکہ کنیت وصفی تھی - غالباً آپ نے آیت کریمہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا (۳ : ۹۵) کی وجہ سے ملت حنفیہ سے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہوئے یہ کنیت اختیار کی -

۳- خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، ۱۳ : ۳۲۶

۴- بعض مولفین نے امام ابو حنیفہ کے دادا کا نام زوطی (زا کی پیش اور طا کی زیر) سے پڑھ کر اسے زط (اردو جٹ یا جاٹ) کی طرف منسوب کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ سندھ کے جاٹ خاندان سے تعلق رکھتے تھے - (دیکھیے :

عبداللہ مبشر الطرازی ، موسوعہ التاریخ الاسلامی والحضارۃ الاسلامیہ لبلاد السند وپنجاب فی عہد العرب ، ۱: ۴۷۴-۴۷۵) لیکن ابن خلکان نے اس نام کے تلفظ کی جو تصریح کی ہے اس کے بعد یہ قیاس آرائی خود بخود دم توڑ دیتی ہے - ابن خلکان، ۵: ۴۱۴

۵- شبلی نعمانی ، سیرۃ النعمان ، ۲۶-۲۷

۶- ابن خلکان ، ۵: ۴۰۵

۷- دیکھیے دائرہ معارف اسلامی، مقالہ جاٹ اور مقالہ زط

۸- خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، ۱۳: ۴۲۴-۴۲۵

۹- القرآن ، الحجرات ۴۹: ۱۳

۱۰- ابن خاکان ، ۵: ۴۰۵

۱۱- بحوالہ بدر عالم میرٹھی ، ترجمان السنۃ ، ۱: ۲۲۰

۱۲- سیوطی نے تبییض الصحیفہ اور الصالحی نے عقود الجمان (ص۵۰) پر اس کا ذکر کیا ہے -

۱۳- موفق ، ۱: ۲۴، کردری ، ۱: ۵

۱۴- ملاحظہ ہو، خوارزمی ، جامع مسانید ابی حنیفہ ، حیدر آباد دکن ۱۳۳۲ھ

۱۵- ابو زہرہ ، ابو حنیفہ ، حیاتہ و عصرہ ، آراءہ وفقہہ (اردو ترجمہ) ۱۲۲، انور شاہ کاشمیری، فیض الباری ۱: ۲۰۲

۱۶- بحوالہ مفتی عزیز الرحمٰن ، امام اعظم ابو حنیفہ ، ۴۴

۱۷- حافظ ابن حجر العسقلانی، مقدمہ فتح الباری ، ۲: ۱۹۴

۱۸- اس تفصیل کے لیے دیکھیے بلاذری ، فتوح البلدان ، ذکر کوفہ ، یاقوت ، معجم البلدان، کوفہ ، فتح المغیث ، ۳۸۲، علامہ کوثری ، مقدمہ نصب الرایہ ، شبلی ، سیرۃ النعمان ، ۴۶-۴۷، ابو زہرہ ، ابو حنیفہ ، حیاتہ و عصرہ ، براءہ وفقہہ ، ۵۶، بدر عالم میرٹھی ، ترجمان السنۃ ، ۱: ۲۲۱-۲۲۳

۱۹- خطیب بغدادی ، تاریخ بغداد ، ۱۳: ۳۳۰-۳۳۱

۲۰- عقود الجمان ، ۱۶۰

۲۱- موفق مکی ، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ ، ۱: ۶۱

۲۲- تفصیلات کے لیے دیکھیے ، مفتی عزیز الرحمٰن ، امام اعظم ابو حنیفہ ، ۶۰-۶۳

۲۳- موفق، ۱: ۷۲

۲۴- ملاحظہ ہو، آگے ص

۲۶- موفق، ۱: ۲۵

۲۷- محمود حسن ٹونکی، معجم المصنفین، ۲: ۲۸

۲۸- ایضا، ۲: ۳۹، موفق، ۱: ۸۸

۲۹- موفق، ۲: ۶۷

۳۰- ایضا، ۲: ۳۸

۳۱- ایضا، ۲: ۵۷

۳۲- ایضا، ۲: ۱۱۳

۳۳- ایضا، ۲: ۱۶۳

۳۴- تفصیلات کے لیے دیکھیے، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۵: ۵۲۹-۵۷۰

۳۵- کردری، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ، ۲: ۲۱

۳۶- موفق، ۱: ۲۰۶

۳۷- ابن خلکان، ۵: ۴۰۷، موفق ۲: ۱۸۹

۳۸- ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۶: ۳۶۸

۳۹- موفق، ۲: ۱۸۵

باب: ۲

امام ابو حنیفہ

اور تدوین فقہ کی ضرورت کا احساس

امام ابو حنیفہ کو تدوین فقہ کا خیال کیسے آیا ؟

امام ابو حنیفہ علم فقہ کے مدون اوّل ہیں - ان سے پہلے فقہ کی تدوین کا خیال کسی کو نہیں آیا - یہی وجہ ہے کہ امام شافعی نے فرمایا : الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفه (۱) فقہ میں تمام لوگ امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں - ذیل میں ہم مختصرا فقہ کی تاریخ اور امام ابو حنیفہ کی کاوشوں کا پس منظر بیان کریں گے تاکہ امام ابو حنیفہ کے کارنامے پر روشنی ڈالنے میں آسانی رہے -

عہد نبوی میں فقہ کی بنیاد قرآن حکیم اور تشریحات نبوی پر تھی - قرآن حکیم میں اصلا فقہ کی اصول و کلیات بیان کئے گئے ہیں - جہاں کہیں قرآن نے جزوی فقہی مسائل بیان کئے ہیں وہاں بھی قرآن حکیم کا اصل ہدف یہ ہے کہ ان جزئیات سے اصول و کلیات کا استنباط کیا جائے - البتہ تشریحات نبوی میں ہمیں اصول بھی ملتے ہیں اور جزئیات بھی - رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں علم فقہ بحیثیت فن مدون نہیں تھا اور نہ احکام شرعیہ کی بحث کا وہ طریق تھا جو بعد میں رائج ہوا- صحابہ کرام ﷺ کے قول و فعل کی اطاعت و متابعت کا التزام کرتے تھے اور وہ فقہی اصطلاحات جو بعد کے دور میں پیدا ہوئیں، ان کا اس دور میں کوئی وجود نہیں تھا -

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد فتوحات کی کثرت ، تمدن کے ارتقاء اور مسائل کے تنوع کے باعث استنباط و استخراج کی ضرورت پیش آئی اور اس پر غور و خوض کیا گیا کہ کون سے امور فرض یا واجب ہیں - کون سے مسنون اور

مندوب - اسی طرح ممنوع امور میں بھی حرام ، مکروہ تحریمی و تنزیہی وغیرہ کی درجہ بندی کی ضرورت پیش آئی -

چوں کہ استنباط و استخراج کی بنیاد یہ تھی کہ قرآن و حدیث کی نصوص سے رہنمائی لے کر عقل و دانش کا استعمال کر کے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جائے - اس لئے تدوین فقہ کے لئے اوّلین مآخذ قرآن اور سنت ہی قرار پائے -

اختلاف صحابہ کے اسباب :

قرآن حکیم واحد ایسا مآخذ تھا جس پر تمام امت کا اتفاق تھا البتہ احادیث کے تنوع اور فہم و دانش میں اختلاف کی وجہ سے صحابہ کے اجتہاد میں اختلاف رونما ہوا- ایک تو تمام صحابہ فہم و دانش اور قوت استدلال و اجتہاد میں مساوی نہ تھے اور دوسرے یہ کہ اس وجہ سے بھی اختلاف رونما ہونے لگا کہ مثلا ایک صحابی کو کسی قضیے میں رسول اللہ کے فیصلے کا علم تھا جب کہ دوسرے کو علم نہیں تھا اور اس نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا - یا یہ کہ کسی صحابی کو کوئی حدیث پہنچتی ہے لیکن اس کا خیال یہ ہے کہ اس حدیث کو سمجھنے میں راوی کو اشتباہ ہوا ہے یا اس کی یادداشت غلطی کر رہی ہے تو صحابی اپنے اجتہاد پر بر قرار رہتے - بعض مواقع پر حضور ﷺ کا ارشاد کسی خاص سبب ، علت یا پس منظر سے متعلق ہوتا - بعض صحابہ اسے عام حکم قرار دیتے جب کہ بعض دوسرے صحابہ اسے اس خاص پس منظر سے متعلق سمجھتے - بسا اوقات حدیث بیان کرنے میں سہو و نسیان در آتا اور کبھی فہم و دانش کی کمی باعث اختلاف ہوتی - الغرض صحابہ کے درمیان متعدد وجوہ سے فقہی اختلافات رونما ہوئے -

صحابہ میں سے جن شخصیات نے استنباط و اجتہاد سے کام لیا اور ان کے فقہی مذاہب بعد کے فقہاء و مجتہدین کے لئے مآخذ قرار پائے ، ان میں چار صحابہ سب سے ممتاز ہیں - حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس -

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے کوفہ کو اپنا مستقر بنایا اس لئے ان کے فقہی مذاہب کی اشاعت کوفہ و عراق میں ہوئی جب کہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی فقہ کی ترویج حرمین میں ہوئی -

صحابہ کرام کے اختلاف کے سبب آگے کے ان شاگردوں کے مذاہب میں بھی اسی نوعیت کے اختلافات دیکھے جا سکتے ہیں - مختلف تابعین نے اپنے اپنے علاقوں میں مراکز علمی قائم کئے اور عام لوگ اپنے علاقے کے علماء اور ائمہ سے استفادہ کرتے اور انہی کے مسالک کی اتباع کرتے ، چنانچہ سعید بن المسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمر اور ان کے بعد زہری ، قاضی یحی بن سعید اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمن مدینہ میں ، عطاء بن ابی رباح مکہ میں ، ابراہیم نخعی اور شعبی کوفہ میں ، حسن بصری بصرہ میں ، طاوس بن کیسان یمن میں اور مکحول شام میں امام تسلیم کئے گئے -

سعید بن المسیب فقہائے مدینہ کے ترجمان تھے - ان کی رائے یہ تھی کہ حرمین مہبط وحی ہے - رسول اللہ ﷺ کے بیشتر صحابہ کا مستقر ہے - وہاں کے رہنے والے تفقہ میں سب سے اعلی مقام رکھتے ہیں - ان کے مسلک کی بنیاد حضرت عمر، حضرت عثمان کے فتاوی اور فیصلوں ، حضرت عبداللہ بن عمر ، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عبس کی روایات پر ہے - پس جس بات پر علمائے مدینہ کا اتفاق ہے اس سے تجاوز جائز نہیں اور جہاں ان کا اختلاف ہے وہاں جو رائے بوجوہ زیادہ قوی

ہو اسے اختیار کیا جائے - چنانچہ یہی فقہی اثاثہ مذہب امام مالک کی بنیاد ٹھہرا -

ابراہیم نخعی اور ان کے اصحاب کی رائے یہ تھی کہ عبداللہ بن مسعود فقہ میں سب سے ممتاز مقام رکھتے ہیں - انہیں حضرت عمر نے اس پیغام کے ساتھ کوفہ بھیجا تھا کہ میں ان کے علم کا زیادہ محتاج ہوں لیکن اپنے آپ پر تمہیں ترجیح دیتے ہوئے انہیں بھیج رہا ہوں - پھر حضرت عبداللہ بن مسعود نے کوفہ میں حضرت عمر کی ہدایت کے مطابق باقاعدہ حلقہ درس قائم کیا اور علقمہ ، اسود ، عبیدہ اور حارث ایسے نامور تلامذہ چھوڑے - ان میں سے علقمہ اس درجے کے عالم تھے کہ ان کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود خود فرمایا کرتے کہ میری معلومات علقمہ سے زیادہ نہیں ہیں اور ان کے علمی مقام کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ ان سے مسائل دریافت کرنے آتے ہیں -

عبداللہ بن مسعود کے دوسرے شاگرد اسود بھی علقمہ کے ہم پایہ تھے - ان دونوں بزرگوں کی وفات کے بعد عبداللہ بن مسعود کی درس گاہ می ابراہیم نخعی مسند نشین ہوئے - ابراہیم نخعی فقہ و حدیث کے بہت بڑے عالم تھے حتی کہ انہیں " فقیہ العراق " اور " صیر فی الحدیث " کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا - اس عہد کے سب سے بڑے عالم امام شعبی نے جنہیں علاقہ التابعین کہا جاتا تھا ابراہیم نخعی کی وفات کے وقت کہا :

" ابراہیم نے کسی کو نہیں چھوڑا ، جو ان سے زیادہ عالم اور فقیہ ہو"

اس پر ایک شخص نے تعجب سے پوچھا ، کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی ، شعبی نے کہا حسن بصری اور ابن سیرین کا کیا ذکر - بصرہ ، کوفہ ، شام اور حجاز میں بھی کوئی شخص ان سے زیادہ عالم نہیں رہا -

ابراہیم نخعی نے احادیث نبویہ ، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کے فتاوی پر مشتمل ایک مجموعہ تیار کیا تھا ، جس کے مسائل ان کے شاگردوں کو زبانی یاد تھے - اس مجموعہ کا مکمل ترین نسخہ ابراہیم کے سب سے لائق شاگرد حماد کے پاس تھا جو ابراہیم نخعی کی وفات پر مسند نشین ہوئے - حماد نے گو فقہ کو چنداں ترقی نہیں دی لیکن وہ ابراہیم نخعی کی روایات کے حافظ تھے اور ان کی وفات کے بعد امام ابو حنیفہ کوفہ کی فقہی مسند کے وارث ہوئے (۲) -

تدوین فقہ کے اسباب :

اس تمہید کے بعد اب ہم اس سوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کو تدوین فقہ کا خیال کیسے آیا ، تاریخ اس سوال کے واضح جواب کے بارے میں خاموش ہے - مختلف مولفین نے قیاس آرائیاں کی ہیں اور بعض محقق اہل قلم نے چند معمولی واقوات کی نشاندہی کر کے ان کو اتنے بڑے منصوبے کی تیاری کا ذمہ داری قرار دیا ہے - ہمارے خیال میں ان واقعات نے حضرت امام کے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا ہوگا لیکن تدوین فقہ کے اسباب غالبا مختلف رہے ہوں گے - جو درج ذیل ہیں :

۱- حضرت عمر بن عبدالعزیز کی دلچسپی اور ہدایت کی وجہ سے تدوین حدیث کا آغاز ہو گیا تھا - انہوں نے مدینہ میں اپنے عامل ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو لکھا کہ تم احادیث رسول اللہ ﷺ اور سنت نبویہ کو تلاش کرو اور ان کو جمع کرو کیوں کہ مجھے علم کے فنا ہونے اور علماء کے ختم ہونے کا ڈر پیدا ہو گیا ہے - حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دوسرے علاقوں میں بھی اسی طرح کا فرمان بھیجا اور اس دور کے لوگوں میں محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے احادیث کے لکھنے اور لکھوانے میں امتیاز

حاصل کیا۔

حدیث کے ابتدائی مجموعوں میں کسی قسم کی ترتیب و تبویب نہیں تھی البتہ بہت جلدی محدثین میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ان مجموعوں کی روشنی میں احادیث کی تبویب کی جائے اور ایک موضوع سے متعلق احادیث کو یکجا کیا جائے۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں حضرت مالک بن انس، مکہ مکرمہ میں حضرت عبدالعزیز بن جریج اور کوفہ میں حضرت سفیان ثوری اور بصرہ میں حضرت حماد بن سلمہ اور سعید بن ابی عروبہ اور واسط میں حضرت ہیثم بن بشیر اور شام میں عبدالرحمٰن اوزاعی اور یمن میں حضرت معمر بن راشد وغیرہ نے احادیث کی تدوین کی۔ ان کی تالیفات میں احادیث، صحابہ اور تابعین کے اقوال کا امتزاج تھا۔ جیسا کہ ہم موطا امام مالک میں پاتے ہیں (۳)۔ اس عالمگیر تحریر تدوین کو سامنے رکھتے ہوئے یہ امر زیادہ قرین قیاس ہے کہ امام ابو حنیفہ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے لیکن اپنے اخاذ ذہن اور مجتہدانہ ذوق اور زیادہ نفع بخش صنف علم کی جستجو نے انہیں تدوین فقہ کی طرف متوجہ کیا۔

۲۔ امام ابو حنیفہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ خلافت بنو امیہ میں گذارا۔ بنو امیہ نے جس طرح لوگوں کی جانوں اور اموال کو اپنے لئے مباح کیا ہوا تھا وہ تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔ سرکاری خزانے شاہی خاندان کی عیاشیوں میں صرف ہوتے اور عدالتیں حکمرانوں کے مظالم پر مہر تصدیق ثبت کرنے کا کام کرتیں۔ انصاف کے خون، عدل کی توہین اور لوگوں کی جانوں کے اتلاف اور اموال و جائیدادوں کی قرقی کی ایسی ایسی کہانیاں تاریخ نے محفوظ رکھی ہیں کہ عقل ورطہ حیرت میں ڈوب جاتی ہے کہ عہد نبوت اور خلافت راشدہ کو ابھی ایک صدی سے بھی کم عرصہ ہوا تھا کہ اصحاب رسول کی تذلیل کر کے انہیں جرم بے گناہی میں تہ تیغ کر دیا جاتا

ہے - شاہی دربار کی چھوکریاں قاضیوں کی توہین کرتی ہیں اور انصاف کا مذاق اڑاتی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ایسے افراد کو تلاش کر کے انہیں منصب قضا تفویض کیا جاتا جو ہر طرح کی غنڈہ گردی کر سکیں - بادشاہ اور گورنروں کی سفلی خواہشات کی تکمیل کے لئے قانون کو حرکت میں لانا پڑے تو اس سے گریز نہ کریں [۴] -

امام صاحب کی حیات مبارکہ میں ہی اقتدار نے بنو امیہ سے منہ موڑ کر بنو عباس کے خاندان کو سرفراز کیا لیکن حجاج بن یوسف اور ابو مسلم خراسانی میں محض نام کا فرق تھا ورنہ ظلم و بربریت میں موخرالذکر کسی طور کم نہیں تھا - امام ابو حنیفہ حکمرانوں کی خرمستیاں، خلفاء کے مظالم، قاضیوں کی بے اعتدالیاں اور عوام کے جان و مال کی ارزانی کا منظر انتہائی دکھی دل کے ساتھ دیکھ رہے تھے - چنانچہ انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ امت محمدیہ کے لئے ایک ایسا مجموعہ قوانین مدون کر جائیں گے جس کو نافذ کرنا حکمرانوں کی مجبوری بن جائے اور جس کے نفاذ کے بعد حکمرانوں کے لئے لوگوں کی جان، مال اور آبرو پر دست درازی آسان نہ رہے - قاضی بننے کے لئے مخصوص اہلیت اور علم کی ضرورت ہو - قضاۃ حکمرانوں کے بجائے قانون کے پابند ہوں اور عوام پھر سے ہر بڑے چھوٹے کے خلاف عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکیں -

۳- عدالتوں میں قاضیوں کے تقرر کے سلسلہ میں حکومتوں کی جو روش تھی کہ حکمران جسے چاہتے بغیر یہ تحقیق کئے کہ اس کا مبلغ علم کیا ہے اور اس میں قوت فیصلہ و اجتہاد کس قدر ہے قاضی مقرر کر دیتے - اس کا فطری نتیجہ یہ نکلا کہ قضاۃ کے پاس چونکہ کوئی مدون اور منقح قانون نہیں تھا اور نہ اپنا علم مستحکم ہوتا تھا اس لئے وقت پر جو بات درست معلوم ہوتی اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے - اس طرز عمل کی وجہ سے جہاں ایک ہی نوعیت کے واقعات میں مختلف قاضیوں کے

فیصلوں میں شدید اختلاف پایا جاتا وہاں ایسی مثالیں بھی سامنے آتیں کہ ایک ہی قاضی ایک ہی نوعیت کے قضیوں میں مختلف اوقات میں مختلف فیصلے صادر کر دیتا جس کی وجہ سے عدالتی نظام شدید تشت و انتشار کا شکار ہوگیا - یہ ایسی صورت حال تھی کہ جس کی خرابی کی شدت کو مشہور انشا پرداز اور ادیب ابن المقفع نے بھی محسوس کیا اور عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کو کوفہ اور بصرہ کے بارے میں بالخصوص اور عالم اسلام کے دوسرے شہروں کے بارے میں بالعموم ایک تفصیلی خط لکھا جو رسالہ فی الصحابہ کے نام سے شائع ہو گیا ہے - اس میں ابن المقفع عدالتی نظام کی بے تدبیری کے بارے میں لکھتا ہے :

> " میں امیر المومنین کو ان شدید اختلافات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو قضاۃ کے فیصلوں کے اختلافات کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں - لوگوں کی جان اور ان کے عزت و ناموس کے متعلق گوناگوں بے ترتیبی پیدا ہو رہی ہے - یہ واقعہ ہے کہ حیرہ (کوفہ سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر ایک قصبہ) میں کسی شخص کو سزائے موت دے دی جاتی ہے یا کوئی عورت کسی مرد کو دلا دی جاتی ہے جب کہ ٹھیک اسی نوعیت کے مقدموں میں وسط کوفہ میں بیٹھے ہوئے قضاۃ بالکل اس کے خلاف فیصلے دے رہے ہیں -
>
> بہت سے لوگ بنو امیہ کی حکومت کے زمانے کے فیصلوں کو بطور نظیر استعمال کرتے ہیں - جب پوچھا جاتا ہے کہ ایسا فیصلہ کس بنیاد پر کیا گیا تو نہ رسول اللہ ﷺ کے عہد کا کوئی فیصلہ پیش کیا جاتا ہے اور نہ خلفائے راشدین کے عہد کا ،

بلکہ کہا جاتا ہے کہ عبدالملک بن مروان کے زمانے میں مثلاً
فلاں شخص نے یہی فیصلہ کیا تھا یا اسی قسم کے دوسرے
حکمرانوں کا نام لے کر لوگوں کو خاموش کر دیا جاتا ہے "

آخر میں ابن المقفع خلیفہ کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ

" اسلامی قوانین کا ایک مجموعہ سنت اور صحیح قیاس کی روشنی
میں مدون کیا جائے اور حکومت اسی کو عدالتوں میں بطور ضابطہ
کے نافذ کر دے تاکہ اس گڑبڑ، انتشار اور پراگندگی کا خاتمہ
ہو سکے " (۵)

اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کے عام دانشور بھی عدالتی نظام کی پراگندگی پر پریشان تھے اور اس کا وہی حل سوچ رہے تھے جو امام ابو حنیفہ نے اختیار کیا، تو اس میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے کہ اس ضرورت کو امام صاحب نے ابن المقفع سے بہت پہلے نہ صرف محسوس کیا بلکہ اس کے لئے کام بھی کرنا شروع کر دیا۔

۴۔ ہمارے خیال کی اس امر سے بھی تائید ہوتی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے صرف مجموعہ قوانین کی تدوین کے علمی کام پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کی ضرورت کا احساس پیدا کرنے کے لئے آپ نے باقاعدہ منصوبہ بندی سے عدالتی طریق کار، عدالتی فیصلوں، قضاۃ کی اہلیتوں، ان کے طرز عمل کی غلطیوں کی علی الاعلان نشان دہی کی۔

عباسی عہد کے مشہور قاضی ابن ابی لیلیٰ جو امام ابو حنیفہ کے معاصر تھے اور امام صاحب سے شدید پرخاش رکھتے تھے لیکن علماء، فقہاء اور محدثین میں

انہیں نمایاں مقام حاصل تھا ، ان کے بارے میں مشہور مورخ الیافعی لکھتا ہے کہ عباسیوں کا مشہور سفاک جرنیل ابو مسلم خراسانی جس نے چھ لکھ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا تھا ، کا سامنا قاضی ابن ابی لیلی سے ہوا تو قاضی صاحب نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اس پر لوگوں نے ان کو ٹوکا تو انہوں نے جواب دیا کہ ابو عبیدہ بن الجراح بھی تو حضرت عمر کے ہاتھ کو بوسہ دیتے تھے(۶) - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس دور میں عدالتیں کس بری طرح حکومتوں کے زیر اثر تھیں اور قضاۃ اپنا منصب بچانے کے لئے کہاں تک گر جاتے تھے -

امام ابو حنیفہ ایک طرف حکمرانوں اور خلفاء کو یہ ذہن نشین کرانا چاہتے تھے کہ عدالتیں ان کے ماتحت نہیں بلکہ انہیں عدالتوں کے ماتحت ہونا چاہئے اور دوسری طرف قضاۃ کے طرز عمل پر مسلسل تنقید کرتے تھے - چنانچہ جب خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہ کو بغداد کی قضا قبول کرنے پر مجبور کیا تو آپ نے اس کے سامنے جو گفتگو کی اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے عباسی حکومت پر اپنی بے اعتمادی کا اظہار کرتے ہوئے خلافت عباسیہ کو پابند قانون بنانے کی کوشش کر رہے ہیں - امام صاحب نے ابو جعفر کی پیشکش کے جواب میں فرمایا :

" عدالت اور انصاف خدا کی ایک امانت ہے جو بادشاہوں کے سپرد کی جاتی ہے - اس امانت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ایسے آدمی کا تقرر قضا کے فرائض کی بجا آوری کے کیا جائے جس کے دل میں کسی کا خوف نہ ہو - آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے - اگر خوشی سے بھی اس عہدے کی ذمہ داری میں قبول کروں جب بھی میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے خلاف

فیصلہ دینے کا موقع میرے سامنے آگیا اور مجھے یہ دھمکی دی جائے کہ اس فیصلے سے یا تو ہٹ جاو ورنہ دریائے فرات میں تجھے غرق کر دیا جائے گا تو میں فرات میں ڈوبنے کو ترجیح دوں گا لیکن فیصلہ بدلنے پر راضی نہیں ہو سکتا اور جب رضامندی سے اس عہدے کو قبول کرنے میں میرا خیال یہ ہے تو اس سے اندازہ کیجیے کہ اگر مجھے میری مرضی کے خلاف زبردستی قاضی بنایا گیا تو اس وقت غصے کی حالت میں میں جو کچھ کروں گا وہ ظاہر ہے"۔

آپ کے ارد گرد ایسے لوگ ہیں جنہیں بطور قاضی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو آپ کی وجہ سے ان کے وقار کو بر قرار رکھیں - قاضی بننے کے لئے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو آپ کے خلاف بھی فیصلہ کرنے کی ہمت و جرات اپنے اندر رکھتا ہو - نیز آپ کے خانوادے کے لوگوں اور آپ کے فوجی افسروں کے خلاف بھی فیصلہ صادر کرنے کی اس کس دل میں قوت ہو"

اس کے بعد ابو جعفر نے آپ کو زر و جواہر سے ممنون کرنا چاہا تو آپ نے جواب دیا:

"امیرالمومنین اگر ذاتی مال سے مجھے کچھ دیتے ہوتے تو شاید میں اسے قبول کر لیتا لیکن جو کچھ آپ دے رہے ہیں یہ مسلمانوں کا مال ہے جس کا میں اپنے آپ کو مستحق نہیں پاتا - میں نہ تو محتاج ہوں کہ فقیروں کے حق سے میرے لئے لینا جائز ہوتا اور نہ فوجی خدمات انجام دیتا ہوں کہ اس مد سے لے سکتا جس سے سپاہیوں کو تنخواہ ملتی ہے - آپ ہی انصاف کیجئے

کہ میں اس رقم کو کس طرح لے لوں" (۷)

امام ابو حنیفہ کی یہ گفتگو کسی وضاحت کی محتاج نہیں - اس میں انہوں نے خلفاء کو احساس دلایا ہے کہ تم عدالتی فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہو بلکہ تمہارے درباری بھی عدالتوں سے ناجائز توقعات وابستہ رکھتے ہیں - تم مسلمانوں کے بیت المال میں ناجائز تصرفات کرتے ہو اور اسے غلط بخشیوں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہو جب کہ تمہارے اختیارات درحقیقت اللہ کی امانت ہیں -

دوسری طرف امام ابو حنیفہ قضاۃ کے غلط فیصلوں پر کھلم کھلا تنقید کرتے تھے - موفق لکھتے ہیں :

" امام ابو حنیفہ ابن ابی لیلی (کوفے کے سب سے بڑے قاضی) کے مسائل اور فیصلوں میں ہمیشہ غلطیاں نکالتے رہتے تھے اور لوگوں پر ان کی غلطیاں واضح کرتے رہتے " (۸)

امام ابو حنیفہ کے تذکرہ نگاروں نے کئی ایک واقعات لکھے ہیں جن میں امام صاحب نے عدالتی فیصلوں پر تنقید کی مثلاً :

۱- ایک شخص نے قاضی ابن ابی لیلی کی عدالت میں درخواست دی کہ وہ اپنے مکان کی دیوار میں روشن دان رکھنا چاہتا ہے لیکن پڑوسی اسے ایسا نہیں کرنے دیتا - قاضی صاحب نے پڑوسی کو بلایا ، اس نے کچھ وجوہ بیان کیں اور قاضی صاحب نے پڑوسی کے حق میں فیصلہ دے دیا - وہ شخص اپنی مشکل لے کر امام ابو حنیفہ کے پاس پہنچا ، انہوں نے کہا کہ قاضی کی عدالت میں درخواست دے دو کہ میں اپنے مکان کی ایک دیوار گرانا چاہتا ہوں اور اسی دیوار کی نشاندہی کر دو جس میں روشن دان بنانا چاہتے تھے - اس نے یہی کیا ، قاضی صاحب نے اجازت دے دی -

اب پڑوسی گھبرایا ہوا قاضی صاحب کے پاس پہنچا کہ اب تو وہ سرے سے دیوار ہی گرا دینا چاہتا ہے میرے لئے روشن دان بنا دیوار گرنے سے کم نقصان دہ ہے - قاضی صاحب کو اندازہ ہو گیا کہ ان کے فیصلے کی غلطی پر امام ابو حنیفہ نے انہیں غائبانہ تنبیہ کی ہے -

۲- کوفہ میں ایک مجنوں عورت رہتی تھی - لوگوں نے اس کا کوئی نام ڈال رکھا تھا - جو کوئی اسے اس نام سے پکارتا وہ بے نقط سناتی - ایک شخص نے اسے اسی نام سے پکارا اس نے جواب میں اس شخص کو ماں باپ کی غلیظ گالیاں دیں - اس آدمی نے قاضی ابن ابی لیلی کی عدالت میں قذف کا مقدمہ دائر کر دیا - قاضی صاحب نے عورت کو بلوایا اور مدعی کے ماں اور باپ دونوں کو گالیاں دینے کے جرم میں اس پر دو حدیں جاری کر دیں اور عدالت مسجد میں لگتی تھی وہیں مجنونہ کو سزا دے دی - امام صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ قاضی صاحب نے اس فیصلے میں کئی غلطیاں کی ہیں -

الف- چوں کہ مدعی کے والدین زندہ تھے اس لئے جس شخص نے دعوی کیا وہ مدعی نہیں ہو سکتا تھا بلکہ اس کے والدین کو مدعی بننا چاہئے تھا-

ب - یہ تحقیق ضروری تھی کہ کیا عورت صحیح الدماغ ہے - اگر جیسا کہ مشہور ہے وہ مجنونہ ہے تو اس پر حد جاری نہیں ہو سکتی تھی -

ج- مسجد میں حد جاری کرنا جائز نہیں -

و- اگر کوئی شخص ایک ہی بار کی گالیوں میں کئی لوگوں کو شریک کر لے تو ایک ہی حد جاری ہوگی - دو حدیں جاری کرنا غلط تھا -

قاضی ابن ابی لیلی کے پاس اس تنقید کا کوئی جواب نہ تھا ، انہوں نے امام ابو حنیفہ کو فتوی دینے سے روک دیا - جب ولی عہد کو معلوم ہوا کہ قاضی صاحب نے امام ابو حنیفہ پر پابندی عائد کر دی تو اس نے نہ صرف پابندی ختم کر دی بلکہ قاضی صاحب سے پابندی لگانے کا اختیار بھی واپس لے لیا -

۳- ایک موقع پر امام ابو حنیفہ قاضی ابن ابی لیلی کی عدالت میں بیٹھے تھے کہ انہوں نے امام صاحب کو یہ دکھانے کے لئے کہ وہ امور قضا میں کتنی تنقیح کرتے ہیں ، ایک مقدمے کے مدعی اور مدعی علیہ کو بلا لیا - مدعی نے آکر کہا کہ اس شخص نے مجھے ابن الزانیہ (بدکار عورت کا بیٹا) کہا ہے - قاضی صاحب نے مدعی علیہ سے پوچھا کہ کہو ، تم کیا کہتے ہو ؟ امام صاحب نے کہا ، قاضی صاحب ابھی نہیں ، پہلے تو مدعی سے پوچھیں کہ کیا اس کی ماں نے اسے یہ مقدمہ دائر کرنے کے لئے وکیل بنایا ہے ؟ قاضی صاحب نے یہی سوال کیا تو مدعی نے انکار میں جواب دیا - امام صاحب نے کہا پہلے آپ کو یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے - اس سوال کے جواب میں اس نے بتایا کہ مر چکی ہے - قاضی صاحب پھر کاروائی کرنے لگے تو امام صاحب نے ٹوک کر کہا ، اب یہ پوچھیں کہ کیا مدعی اس کا اکلوتا وارث ہے یا اور بھی ہیں - اگر اور بھی ہیں تو انہیں بھی مدعی ہونا چاہئے - اس نے بتایا کہ وہ اکلوتا ہے - پھر قاضی صاحب مدعی علیہ کی طرف متوجہ ہوئے تو امام صاحب نے کہا کہ ابھی نہیں، اب یہ پوچھیں کہ کیا اس کی ماں آزاد عورت تھی یا باندی تھی ، معلوم ہوا آزاد تھی - کہا ، اب یہ پوچھیں کہ کیا وہ مسلمان تھی یا ذمیہ تھی ، اس نے بتایا کہ مسلمان تھی جب ان تمام تنقیحات پر گواہیاں مکمل ہو گئیں تو

امام صاحب یہ کہتے ہوئے قاضی صاحب کی مجلس سے اٹھ گئے کہ اب آپ اپنی کاروائی کریں(۹)۔

مذکورہ بالا واقعات سے جہاں توہین عدالت کے تصور کے بارے میں امام ابو حنیفہ کا نقطہ نظر واضح ہوتا ہے وہاں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ قاضیوں کی کارکردگی، عدالتوں کے طریق کار اور مقدمات کے فیصلوں پر بھرپور تنقید کر کے درحقیقت ایک ایسی فضا تیار کر رہے تھے جہاں ہر کہ دمہ کو احساس ہو کہ موجودہ نظام عدالت اسلامی معاشرے کی ضرورتیں پوری کر سکتا ہے نہ اسلام کے تصور عدل سے مطابقت رکھتا ہے اس لئے اسے تبدیل کرنا ضروری ہے۔

ہمارے خیال میں امام ابو حنیفہ کو تدوین فقہ کا خیال اسی وجہ سے پیدا ہوا کہ وہ اسلام کے نظام خلافت اور اسلامی تصور امانت و عدل سے نہ صرف واقف تھے بلکہ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد کی ایک جھلک اپنے عنفوان شباب میں دیکھ بھی چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو عملی طور پر ساری زندگی اس نظام کو واپس لانے کے لئے وقف کر دیا اور گاہے گاہے اس کے لئے سیاسی کوششیں بھی کیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

حواشی و تعلیقات

۱- شعرانی، المیزان الکبری، ۱:۱۷۱

۲- شاہ ولی اللہ، الانصاف فی سبب الاختلاف، ۱-۳۰(ملخصا) : حجۃ اللہ البالغۃ، ۳۴۳-۳۶۰(ملخصا)، شبلی، سیرۃ النعمان، ۲۴۶-۲۵۱(ملخصا)

۳- محمد حضری، تاریخ فقہ اسلامی، ۲۱۰-۲۴۳

۴- مناظر احسن گیلانی، امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی، ۳۷-۶۷

۵- ابن المقفع، رسالۃ فی الصحابہ، من رسائل البلغاء، ۱۲۶

۶- الیافعی، مرآۃ الجنان، ۱:۲۸۷

۷- موفق، ۱:۲۱۵-۲۱۶

۸- ایضا، ۱:۱۲۲

۹- تفصیلات کے لئے دیکھئے، مناظر احسن گیلانی، امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی، ۲۷۹-۲۸۷

باب: ۳

تدوین فقہ کے رہنما اصول

تدوین فقہ کے رہنما اصول :

اگر ہم تدوین فقہ کی تاریخ پر ایک نظر ڈالیں تو ہمیں یہ صاف نظر آتا ہے کہ فقہی مذاہب ائمہ فقہ کے علم و تحقیق ، اصول اجتہاد اور ان کے ذاتی رجحانات کی اساس پر مدون ہوئے ہیں - جس طرح مادی کائنات میں جغرافیائی اور طبعی اختلافات کی وجہ سے مختلف ممالک کی پیداوار، آب و ہوا، غلوں اور پھلوں کی ساخت ، رنگ ، بو اور ذائقے میں اختلاف ہوتا ہے ، حتی کہ مختلف خطوں میں رہنے والے افراد بھی بایک دگر طرز معاشرت ، انداز فکر اور طریق عمل و رد عمل میں باہمی متفاوت ہوتے ہیں اور جس طرح مختلف انبیاء کی شریعتیں رخصت و عزیمت اور شدت و سہولت میں صاحب شریعت کے مزاج سے ہم آہنگ ہوتی ہیں اسی طرح ائمہ مجتہدین کے مذاہب صاحب مذہب کی شخصیت کے مکمل طور پر آئینہ دار ہوتے ہیں اور کسی مجتہد کے مزاج میں توسیع ، نظم و ضبط اور اجتماعیت کا شعور زیادہ ہوتا ہے- اور کس میں اتباع سلف کا ، کسی کی نظر میں حکمت ، مقاصد اور مصالح کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے اور کسی کے خیال میں ظاہری الفاظ کے اتباع کی - غرض ہر امام کی فقہ میں اس امام کے ذوق ، رجحان اور فکری ترجیحات کی عکاسی نظر آتی ہے-

نص قرآنی کی اہمیت :

امام ابو حنیفہ نے تدوین مذہب کے لئے اولین اہمیت قرآن حکیم کو دی ، چنانچہ جہاں کہیں فقہ حنفی میں کسی حدیث کو اولیں مستدل نہیں بنایا گیا وہاں بجا طور

پر مذہب کی بنیاد آیت قرآنی پر رکھی گئی - اگر کسی مسئلہ کا حکم قرآن حکیم سے نہ ملے تو پھر حدیث اور سنت کی طرف مراجعت کی جاتی ہے لیکن احادیث کی حفاظت و روایت کا وہ اہتمام نہیں کیا گیا جو قرآن کے بارے میں کیا گیا ہے اس لئے امام ابو حنیفہ بھی امام مالک کی طرح قبول روایت میں انتہائی محتاط ہیں اور ان کے ہاں قبول روایت کی شرائط دیگر تمام ائمہ فقہ و حدیث کی بہ نسبت زیادہ سخت ہیں -

احادیث سے استدلال کا طریقہ :

احادیث و روایات سے استدلال کے سلسلے میں امام ابو حنیفہ کا مذاق یہ ہے کہ ایک مسئلہ سے متعلق تمام روایات کو جمع کیا جائے اور ان پر غور و فکر کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ ان تمام فرمودات سے شارع علیہ السلام کی غرض و غایت کیا تھی اور مختلف مواقع پر مختلف یا متعارض ارشادات میں پیغمبر اسلام ﷺ کا اصل مقصد و منشا کیا تھا - یہ بھی دیکھا جائے کہ رسول اکرم ﷺ کا ترتیب زمانی کے اعتبار سے کسی مسئلہ کے بارے میں آخری عمل یا آخری ہدایت کیا تھی - چوں کہ شریعت اسلامیہ کا ارتقا تدریجا ہوا ہے اور رسول اکرم ﷺ معاشرتی تربیت کے ساتھ ساتھ اگلے مرحلے کے بارے میں احکام ارشاد فرماتے رہے ہیں اس لئے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ کسی متعین معاملہ میں آپ کا آخری طرز عمل کیا تھا - امام ابو حنیفہ ان امور کے پیش نظر روایات میں اس انداز سے تطبیق و توفیق پیدا کرتے تھے کہ ساری روایات اپنے اپنے محمل پر منطبق ہو جائیں اور کسی صحیح روایت کو چھوڑنے کی نوبت نہ آئے[1] -

احادیث سے استدلال کے سلسلے میں امام ابو حنیفہ کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ آپ نے تشریعی اور غیر تشریعی احادیث میں امتیاز کیا - کتب حدیث کی

تدوین میں اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور تمام احادیث کو ایک ہی سیاق میں بیان کیا گیا ہے لیکن خلافت راشدہ کے دور میں اس فرق کی متعدد مثالیں ملتی ہیں کہ خلفائے راشدین نے عہد نبوی کے تعامل کو تبدیل کر دیا مثلاً حضرت عمرؓ نے امہات الاولاد کی خرید و فروخت جو ان کے دور تک مروج تھی ممنوع کر دی، جزیہ کی شرح تبدیل کر دی، تین طلاقوں کو تین ہی قرار دے کر یہ اعلان کرا دیا کہ اب جو شخص اکٹھی تین طلاق دے گا اس کی بیوی بائن ہو جائے گی - شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے مقرر کیے -

ان تمام تبدیلیوں کی اساس یہ تھی کہ خلفائے راشدین دور نبوت کے فیصلوں کے مقاصد و مصالح سے کماحقہ آگاہ تھے اور ان کی نظر میں اصل اہمیت مقاصد کی تھی، نیز وہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور فیصلوں میں اس فرق سے واقف تھے کہ کون سا فیصلہ یا فرمان تشریعی تھا اور کون سا وقتی مصالح یا عرب کے قدیم رواج پر مبنی تھا -

فقہائے امت میں امام ابو حنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس قانونی دانش کو حدیث سے استدلال کرتے ہوئے استعمال کیا جو خلفائے راشدین کا طرہ امتیاز تھا -

شاہ ولی اللہ نے اپنی معرکۃ الاراء کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں اس باریک نکتے کی بہت عمدہ وضاحت کی ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جو احادیث روایت ہوئیں اور کتب حدیث میں مدون ہوئیں ان کی دو قسمیں ہیں :

۱- وہ احادیث جو تبلیغ رسالت سے تعلق رکھتی ہیں اور انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی " وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا" رسول تمہیں جو چیز دے اس کو اختیار کر لو

اور جس سے روکے اس سے باز آجاؤ - (۵۹ : ۷)

۲- وہ احادیث جن کا تعلق تبلیغ رسالت سے نہیں ہے - اس میں آپ کے وہ افعال داخل ہیں جو آپ نے عادۃ کیے یا اتفاقاً آپ سے صادر ہوئے - یا جو آپ نے وقتی مصلحت کے تحت اختیار کئے یا دنیوی امور میں آپ نے کوئی رائے یا مشورہ دیا - ایسے معاملات کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی ہے :

" انما انا بشرمثلکم اذا امرتکم بشیٔ من دینکم فخذوہ واذا امرتکم بشیٔ من رای فانما انا بشر "

(میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں - جب میں تمہیں دین کی کوئی بات بتاؤں تو اسے اختیار کرو اور جب اپنی رائے سے کچھ کہوں تو میں بھی انسان ہوں) (۲)

اس اصول کی رو سے امام ابو حنیفہ نے احادیث میں تشریعی اور غیر تشریعی کا باریک فرق کیا ہے جب کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے ہاں اس نوعیت کا کوئی فرق نہیں ہے -

اس مقام پر ایک اور اہم نکتے کی وضاحت کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ فقہ حنفی پر بالعموم یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ احادیث کے مقابلے میں رائے اور قیاس کو ترجیح دیتے ہیں اور اگر احادیث سے استدلال بھی کرتے ہیں تو صحیح احادیث کی بہ نسبت ضعیف احادیث پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں -

جہاں تک اس اعتراض کے پہلے حصے کا تعلق ہے اس موقع پر اس پر کوئی تفصیلی بحث کرنا ممکن نہیں البتہ اس اعتراض کی لغویت جاننے کے لئے امام

طحاوی کی تالیفات کا مطالعہ کافی ہے - ان سے بخوبی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ احناف نے کہیں بھی احادیث صحیحہ پر قیاس و رائے کو ترجیح نہیں دی ، یہ ایک ایسا الزام ہے جو تسلسل سے امام ابو حنیفہ کے عہد سے آج تک دہرایا جاتا رہا ہے لیکن اس کے ثبوت میں کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکی -

اس اعتراض کے دوسرے حصہ میں کہ حنفیہ کا مستدل دوسرے درجے کی روایات ہیں صحاح کی روایات بالعموم اور صحیحین کی روایات بالخصوص پیش کی جاتی ہیں کہ فقہ حنفی کا مستدل وہ روایات نہیں ہیں جو صحیحین میں ہیں - اس اعتراض کو جانچنے کے لئے دو امور پیش نظر رکھنے ضروری ہیں -

۱- صحیحین (بخاری و مسلم) کے مولفین نے خود صراحت کی ہے کہ انہوں نے اپنی تالیفات میں صحیح روایات جمع کرنے کا التزام کیا ہے لیکن اس امر کا التزام نہیں کیا کہ تمام صحیح روایات کا استقصاء کیا جائے گا چنانچہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ جو روایات ان کتب میں ہیں وہ صحیح ہیں نہ یہ کہ تمام صحیح روایات ان کتب میں موجود ہیں اور جو روایت انہوں نے ترک کر دی ہے وہ دوسرے درجے کی ہیں - مولفین کی اپنی تصریح کے بعد یہ اعتراض کہ فقہ حنفی کا مدار صحیحین کی روایات پر نہیں ہے خود بخود ختم ہو جاتا ہے -

۲- تاریخ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ فقہ حنفی کی تدوین کا کام امام ابو حنیفہ کی زندگی کے آخری سولہ سالوں میں یعنی ۱۳۴ھ سے ۱۵۰ھ کے درمیان ہوا جب کہ امام بخاری ۱۹۴ھ اور امام مسلم ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے - جس کا مطلب یہ

ہے کہ صحیحین بلکہ تمام صحاح ستہ کے مولفین فقہ حنفی کی تدوین کی تکمیل کے کم و بیش نصف صدی بعد پیدا ہوئے اور اپنی تعلیم کی تکمیل کے بعد انھوں نے اپنی تالیفات مدون کیں- گویا ان کی تالیف فقہ حنفی کی تدوین سے لگ بھگ ایک صدی متاخر ہے (۳)- یہ رجحان کس قدر غیر علمی اور غیر تحقیقی ہے کہ ایک صدی پہلے مدون ہونے والے فقہی مذہب کے مستدلات کی صحت کو ایک صدی بعد میں مدون ہونے والی کتب کی روشنی میں پرکھا جائے جب کہ حدیث کا ایک ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ محدثین نے اپنی تالیفات میں صحت اور عدم صحت کی بنیاد سلسلہ سند پر رکھی اور اس بات کا امکان ہے کہ وہ احادیث جو ایک صدی پہلے صحت کے اعلی درجے پر ہوئی ہوں ائمہ حدیث تک پہنچتے پہنچتے سند کے نچلے درجے میں ان کے رواۃ کا وہ معیار برقرار نہ رہا ہو -

مزید برآں اس امر پر علماء کا اتفاق ہے کہ جب کسی حدیث پر کوئی امام مجتہد اپنے مذہب کے کسی مسئلے کی بنیاد رکھتا ہے تو گویا وہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ حدیث نہ صرف صحیح ہے بلکہ اس درجے کی ہے کہ اسے تشریعی احادیث کی فہرست میں رکھ کر اس کو مذہب کا مستدل بنایا جائے (۴) -

ان باتوں کے علاوہ امام ابو حنیفہ کا مجتہد مطلق ہونا ایک مسلم مسئلہ ہے جس سے آج تک شاید ہی کسی نے انکار کیا ہو - اجتہاد کی تعریف علمائے حدیث مثلا بغوی ، رافعی اور علامہ نووی وغیرہ نے ان الفاظ میں کی ہے -

مجتہد وہ شخص ہے جو قرآن ، حدیث ، مذاہب سلف ، لغت ، قیاس ان پانچ چیزوں میں کافی دست گاہ رکھتا ہو یعنی مسائل شرعیہ سے متعلق قرآن حکیم کی آیات اور احادیث نبویہ تمام کی تمام جانتا ہو - علم لغت میں ماہر ہو ، اقوال سلف سے آگاہ ہو اور قیاس کے تمام طرق سے واقف ہو - اگر ان میں سے کسی میں بھی کمی ہے تو وہ مجتہد نہیں ہے اسے تقلید کرنی چاہئے(۵) -

اقوال صحابہ :

کتاب و سنت کے بعد فقہ حنفی کی تیسری بنیاد اقوال صحابہ ہیں - امام ابو حنیفہ نے اپنی فقہ کی بنیاد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا :

" جب کوئی مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ملے اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ میں تو میں اقوال صحابہ میں غور کرتا ہوں اور اقوال صحابہ کے سامنے کسی کے قول و قابل اعتنا نہیں سمجھتا اور اگر اقوال صحابہ میں بھی کوئی مسئلہ نہ ملے تو ابراہیم ، شعبی ، ابن سیرین ، عطا اور سعید بن جبیر نے بھی اپنے زمانے میں اجتہاد کیا ، تو جس طرح ان حضرات نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں "(۶) -

ایک اور موقع پر امام ابو حنیفہ نے اس امر کی مزید وضاحت کی کہ ان کی فقہ کن صحابہ کی آراء سے ماخوذ ہے ، کیونکہ صحابیت اور شرف صحبت نبوی میں اشتراک کے باوجود صحابہ کرام میں درجات کا تفاوت تھا اور خود رسول اکرم ﷺ نے متعدد مواقع پر اس تفاوت کی نشاندہی فرمائی اور یہ بھی بتایا کہ بعض صحابہ بعض متعین صفات میں دوسروں پر فوقیت رکھتے ہیں چنانچہ فقہ و اجتہاد میں خلفائے راشدین اور حضرت ابن مسعود اور ابن عباس کو دوسرے صحابہ پر تفوق حاصل تھا - امام ابو حنیفہ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ

ابو جعفر منصور کے دربار میں گئے تو کوفہ کے گورنر عیسیٰ بن موسیٰ نے امام صاحب کا خلیفہ سے تعارف کراتے ہوئے کہا :

یا امیر المومنین! ھذا عالم الدنیا الیوم

اے امیر المومنین ! آج یہ دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں -

منصور نے یہ سن کر امام صاحب سے پوچھا ، آپ نے علم کس سے حاصل کیا ، عمر بن الخطاب ، علی بن ابی طالب ، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس کے اصحاب اور تلامذہ سے ، امام نے جواب دیا -

واقعہ یہ ہے کہ امام کے اس جواب کا مقصد یہ تھا کہ وہ خلیفہ کو بتانا چاہتے تھے کہ ان کی مجلس تدوین فقہ کی بنیاد کن صحابہ کرام کے علوم پر ہے - ورنہ خلیفہ کے سوال کا سادہ جواب یہ تھا کہ میں نے حماد بن ابی سلیمان سے علم حاصل کیا -

ابو جعفر منصور نے جو خود طالب علم رہ چکا تھا اور شریعت اسلامیہ کی اساسیات کی واقف تھا ، سنتے ہی کہا ، تم نے بہت مستحکم راہ اختیار کی ہے ، بلاشبہ علم وہیں ہے ، علم وہیں ہے(۷) -

چوں کہ امام ابو حنیفہ " فقہ تقدیری " کے بانی تھے - ان کا طریق کار یہ تھا کہ کسی واقعہ یا قضیہ کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اس کا حل معلوم کر لیا جائے تاکہ ضرورت پڑنے پر کوئی پریشانی نہ ہو - جب مفروضہ مسائل کا حل تلاش کرنا کسی مجتہد یا فقیہ کی کوششوں کا محور ہو تو فطری بات ہے کہ اس کے لئے موجود فقہی نصوص اور صحابہ کے فیصلوں کا ذخیرہ کفایت نہیں کرتا اور اسے استنباط ، استخراج اور اجتہاد و رائے کو بہت زیادہ بروئے کار لانا پڑتا ہے - کیوں کہ قرآن

حکیم اور احادیث نبویہ میں زیادہ تر اصول و کلیات بتائے گئے ہیں جو استنباط و استدلال کی بنیاد بنتے ہیں لیکن ان دونوں مآخذ کا موضوع یہ نہیں ہے کہ مفروضہ مسائل کا حل پیش کریں - امام ابو حنیفہ نے ایک ایسے دور میں جب کہ تدوین فقہ کے تصور کو پذیرائی ملنا مشکل تھی مستقبل کے لئے قانون سازی کی طرح ڈالی بلکہ اس کام کو یہاں تک بڑھایا کہ آئندہ کئی صدیوں تک کی قانونی ضرورتیں پوری کر دی گئیں - یہ ایک ایسا طرز عمل تھا جسے محدثین کا وہ طبقہ قبول کرنے کو تیار نہیں تھا جن کی کوششوں کا محور محض احادیث جمع کرنا تھا ، یہاں تک کہ ان کو ناسخ و منسوخ سے بھی کوئی سروکار نہ تھا -

اس دور میں اہل علم کے دو طبقے تھے - ایک وہ جن کا کام احادیث جمع کرنا، انہیں حفظ کرنا اور ان کی اسناد پر بحث کرنا تھا لیکن انہیں اس امر سے کوئی سروکار نہ تھا کہ ان احادیث سے کیا کیا مسائل مستنبط ہوتے ہیں جب کہ دوسرا طبقہ ان علماء کا تھا جو احادیث و آثار جمع کرتے ، ان کی چھان پھٹک کر کے ان سے تشریعی احادیث الگ کرتے اور ان میں سے ناسخ و منسوخ میں فرق کرتے اور پھر ان سے مسائل کا استنباط و استخراج کرتے تھے - پہلا طبقہ اہل الروایۃ یا اہل الحدیث اور دوسرا اہل الرائے کے نام سے پکارا جاتا تھا -

یہ لقب سب سے پہلے ربیعہ الرائے کے لئے استعمال ہوا جو امام مالک کے استاذ تھے اور حدیث میں ان کے مقام کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ صحاح ستہ کے تمام مولفین نے ان سے احادیث لی ہیں - رائے ان کے نام کا جزو لاینفک ہو گیا اس لئے کہ وہ محض محدث نہیں تھے بلکہ مجتہد بھی تھے -

محدث ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں اہل الرائے کے تحت جن اہل علم کے نام لکھے ہیں ان میں قاضی ابن ابی لیلی ، ابو حنیفہ ، ربیعۃ الرائے ، زفر ، اوزاعی ،

سفیان ثوری ، مالک بن انس ، قاضی ابو یوسف اور امام محمد شامل ہیں ۔

محدثین میں ایسی شخصیتیں جو علم کی حقیقی قدردان تھیں انہیں فقہاء مجتہدین یا اہل الرائے کے علمی مقام و مرتبے کا اندازہ تھا اور وہ ان کی برملا تعریف کرتے تھے مثلا امام ترمذی اپنی جامع میں غسل میت کے مسئلہ کی تحقیق کرنے کے بعد فرماتے ہیں ۔

"وکذلک قال الفقہاء و ہم اعلم بمعانی الحدیث"(۸)

فقہاء نے اس حدیث کا یہی مطلب لیا ہے اور حدیث کے مطالب یہی لوگ زیادہ سمجھتے ہیں ۔

حافظ ابن عبدالبر ابو یوسف سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے مشہور محدث اعمش نے ایک مسئلہ دریافت کیا، اس وقت میرے اور ان کے سوا وہاں کوئی موجود نہیں تھا ۔ میں نے اس کا جواب دیا، انہوں نے کہا ، یعقوب! یہ جواب تم نے کس حدیث سے اخذ کیا ہے ؟ اسی حدیث سے جو آپ نے مجھ سے بیان کی تھی ، میں نے کہا ۔ انہوں نے کہا ، یہ حدیث مجھے تمہاری پیدائش سے بھی پہلے سے یاد تھی لیکن میں آج تک اس کا یہ مطلب نہیں سمجھ سکا تھا ۔

اسی قسم کا ایک واقعہ اعمش اور امام ابو حنیفہ کے درمیان پیش آیا ۔ اعمش کی مجلس میں ایک شخص نے آکر ایک مسئلہ دریافت کیا، وہ اس کا جواب نہ دے سکے ۔ دیکھا تو وہاں ابو حنیفہ بھی بیٹھے ہوئے تھے ۔ فرمایا، نعمان! اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے ؟ انہوں نے فرمایا ، اس کا یہ جواب ہے ، پوچھا ، کس دلیل سے ؟ فرمایا، اسی حدیث سے جو آپ نے ہم سے بیان کی تھی ۔ اس پر اعمش نے کہا ،

نحن الصیادلۃ وانتم الاطباء

ہم تو نرے دوافروش ہیں، اطباء تو تم لوگ ہو۔

یعنی جس طرح دوا فروش کے پاس صرف دوائیوں کا اسٹاک ہوتا ہے، ان کے خواص کیا ہیں اور وہ کن کن بیماریوں میں کام آتی ہیں یہ اطباء ہی جانتے ہیں۔ اسی طرح ہم تو صرف احادیث جمع کرتے ہیں اور انہیں محفوظ رکھتے ہیں ان سے مسائل کیا کیا مستنبط ہوتے ہیں یہ آپ ہی جانتے ہیں (۹)۔

خطیب بغدادی نے امام ابو یوسف کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک روز وہ اعمش کے پاس بیٹھے تھے، اعمش نے ان سے پوچھا کہ آپ کے استاذ ابو حنیفہ نے حضرت عبداللہ کا یہ مسئلہ کیوں چھوڑ دیا ہے کہ باندی کے آزاد ہونے سے اس پر طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ابو یوسف نے جواب دیا کہ اس حدیث کی بناء پر جو آپ نے ہم سے بیان کی ہے کہ جب بریرہ کو حضرت عائشہ نے آزاد کر دیا تو اس کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ چاہے تو اپنا نکاح باقی رکھے چاہے فسخ کر دے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادی سے خود بخود طلاق نہیں ہو جاتی۔ اعمش یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔

اس نوعیت کے بے شمار واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین کا ایک خاصا بڑا طبقہ اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ ان کا کام ذخیرہ احادیث کو محفوظ کرنا ہے اور ان سے استدلال و استنباط کا کام فقہاء کا ہے لیکن ایسے افراد کی بھی کمی نہیں تھی جن کی کوششیں فقہاء کو کم تر ثابت کرنے میں صرف ہوتی تھیں۔

چنانچہ رائے، اجتہاد اور قیاس جو کہ ایک اضافی خوبی تھی اور ایک ایسی خوبی کہ جس سے بہت کم لوگ متصف تھے اور ایک قابل تعریف بات تھی، بجھ

لوگوں کی نظروں میں خامی قرار پائی - امر واقعہ یہ ہے کہ آج بھی اگر کسی شخص کے بارے میں کہا جائے کہ وہ صاحب الرائے ہے تو یہ مدح ہے عیب نہیں -

اصول درایت :

امام ابو حنیفہ نے احادیث کے قبول کرنے کے سلسلے میں درایت کے اصول قواعد منضبط کئے - محدثین حدیث کے رد و قبول کے سلسلے میں محض سلسلہ سند پر بھروسہ کرتے تھے لیکن ایسے حالات میں جب کہ کچھ وضاع حدیث ایسے بھی پیدا ہو گئے جو صرف حدیث کا متن ہی وضع نہیں کرتے تھے بلکہ سلسلہ سند بھی وضع کرتے اور حدیث ایسی اعلی سند کے ساتھ پیش کر دیتے کہ سند دیکھتے ہوئے اسے رد کرنا ممکن نہ ہوتا - ایسے حالات میں اگر متن حدیث کو جانچنے کے لئے امام ابو حنیفہ اصول درایت منضبط نہ کرتے تو نہ معلوم کتنی احادیث جعلی اسناد اور متون کے ساتھ کتب احادیث میں راہ پا جاتیں - امام ابو حنیفہ نے درایت کے جو اصول منضبط کئے ان میں سے چند اہم اصول یہ ہیں :

۱- جو حدیث نص قرآنی کے خلاف ہو وہ درست نہیں ہے -

۲- جو حدیث عقل قطعی کے مخالف ہو وہ اعتبار کے قابل نہیں -

۳- ایسے واقعات جو لوگوں کو شب و روز پیش آتے ہیں اور ان کے لئے عام ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے ، ان کے متعلق اگر رسول اللہ ﷺ سے کوئی ایسے روایت منقول ہو جو خبر واحد کا درجہ رکھتی ہے تو وہ مشتبہ ہوگی -

۴- ایک طرح کے قضیہ میں مختلف احادیث میں سے رسول اکرم ﷺ کے آخری قول یا عمل کو ناسخ قرار دیا جائے گا اور اگر یہ

معلوم نہ ہو سکے تو احادیث میں غور کر کے ان سے ایک ایسا اصول مستنبط کیا جائے کہ تمام مختلف روایات میں توفیق و تطبیق ممکن ہو۔

یہ تھے وہ رہنما اصول جن کے پیش نظر امام ابو حنیفہ کے تدوین فقہ کے کام کا آغاز کیا۔

حواشی و تعلیقات

۱- متقدمین احناف کی تصریحات کے مطابق متعارض احادیث میں رفع تعارض کے لئے نسخ کو تقدم حاصل ہے - لیکن نسخ کی اصطلاح ان کے ہاں تقیید مطلق ، تخصیص عام ، تاویل ظاہر اور استثناء وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوتی تھی جسے دور حاضر کی متداول اصطلاحات میں نسخ کے بجائے تطبیق و توفیق قرار دیا جاتا ہے اور اگر احادیث میں توفیق و تطبیق ممکن نہ ہو تو قانون سازی کے فلسفے اور طریق کار کا اقتضا یہ ہے کہ بعد کا فیصلہ ، قول یا عمل پہلے کو منسوخ کر دے - دور حاضر میں بھی اعلی عدالتوں اور قانون ساز اداروں میں یہی عمل کارفرما ہے - اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کا ذہن قانونی دقیقہ سنجیوں میں کس پیمانے پر مصروف کار تھا ، تفصیلات کے لئے دیکھئے ل انور شاہ کاشمیری ، فیض الباری ، ۱: ۵۲-۵۵

۲- حجۃ اللہ البالغہ ، ۱: ۳۱۴-۳۱۵

۳- مولفین صحاح ستہ کی تاریخ ہائے ولادت و وفات درج ذیل ہیں :

۱ امام محمد بن اسماعیل بخاری ۱۹۴-۲۵۶ھ

۲ امام مسلم بن حجاج القشیری ۲۰۶-۲۶۱ھ

۳ ابو داود سلیمان بن اشعث ۲۰۲-۲۷۵ھ

۴ ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی ۲۰۹-۲۷۹ھ

۵ ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی۲۱۵-۳۰۳ھ

۶ ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ ۲۰۹-۲۷۳ھ

۴- تھانوی ، مولانا اشرف علی، الاقتصاد فی بحث التقلید والاجتہاد، ۵۲-۵۳

۵- شاہ ولی اللہ ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، بحث چہارم

۶- ابن عبدالبر ، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الفقہاء ، ۱۴۳

۷- موفق ، ۲ : ۱۴، خوارزمی ، جامع المسانید ، ۳۱

۸- ترمذی ، سنن ترمذی ، کتاب الجنائز ، باب غسل المیت

۹- ابن عبدالبر ، جامع بیان العلم ۲ : ۱۳۰-۱۳۱

باب : ٤

مجلس تدوین فقہ کی بنیاد

مجلس تدوین فقہ کی بنیاد :

ابتدائی عہد میں بالعموم اسے معیوب سمجھا جاتا تھا کہ کسی واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے اس کا شرعی حکم معلوم کیا جائے۔ شاہ ولی اللہ نے حضرت معاذ بن جبل کا یہ قول نقل کیا ہے کہ فرماتے تھے :

> "واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے اس کے بارے میں جلدی نہ کرو کیوں کہ مسلمانوں میں ہمیشہ ایسے لوگ موجود رہیں گے کہ جب ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جائے گا تو وہ بتا دیں گے" (۱)۔

چنانچہ ارباب فتویٰ و قضا اسی اصول پر عمل کرتے۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کے پاس کوئی ایسا مدون قانونی مجموعہ نہیں تھا جو قرآن، حدیث، آثار صحابہ اور خلفائے راشدین کے فیصلوں پر مبنی ہو جس کی وجہ سے جب کوئی واقعہ یا قضیہ پیش آتا تو فوری طور پر اس کا جو حل ذہن میں آتا اس کے مطابق فتویٰ دے دیا جاتا یا فیصلہ کر دیا جاتا تھا۔ چوں کہ مشکل مسائل میں پورے طور پر غور و فکر کرنے کے لئے نہ تو موقعہ ہوتا اور نہ وسائل اس لئے بڑے بڑے اہل علم سے غلطیوں کا ارتکاب ہو جاتا۔

کردری نے امام ابو حنیفہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ بصرہ کے مشہور عالم قتادہ امام ابو حنیفہ کے ابتدائی زمانے میں کوفہ آئے۔ ان کے علم کی شہرت سن کر امام ابو حنیفہ بھی ان سے ملاقات کے لئے گئے۔ اثنائے ملاقات بعض مسائل کا

تذکرہ ہوا - امام ابو حنیفہ نے ایک مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کی باریکیاں ان کے سامنے بیان کر کے حل جاننا چاہا تو انہوں نے اس کا جواب دینے کے بجائے پلٹ کر سوال کیا کہ کیا ایسا واقعہ پیش آیا ہے یا یونہی مفروضہ ہے - امام صاحب نے کہا کہ پیش تو نہیں آیا لیکن پیش آ سکتا ہے - قتادہ نے جواب دیا :

مجھ سے ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو ابھی واقع نہیں ہوئیں -

اس موقعہ پر امام ابو حنیفہ کا تبصرہ قابل غور ہے - وہ قتادہ سے کہتے ہیں :

> ''اہل علم کو چاہئے کہ جن امور میں لوگوں کے ابتلا کا امکان ہو، ان کا حل پہلے سے سوچ کر رکھیں - ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ ایک واقعہ پیش آجائے اور علماء کے پاس اس کا پہلے سے کوئی حل موجود نہ ہو - یہ ضروری ہے کہ لوگوں کو پہلے سے معلوم ہو کہ کسی ابتلا میں شرعی تقاضے کیا ہیں اور اس سے نکلنے کے شریعت مطہرہ نے کون سے راستے رکھے ہوئے ہیں''(۲)

امام ابو حنیفہ کا یہ تبصرہ لازما ۱۱۸ھ سے پہلے کا ہے کیوں کہ قتادہ جن سے گفتگو کے موقع پر آپ نے یہ بات کہی ان کا ۱۱۸ھ میں انتقال ہو گیا تھا - یہ وہ دور تھا جب امام ابو حنیفہ نے ابھی مجلس تدوین فقہ کی بنیاد نہیں رکھی تھی لیکن حضرت امام کے اس تبصرے سے ان کا یہ رجحان معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی جب وہ اپنی قائم کردہ مجلس کے سربراہ کے بجائے اپنے استاذ حماد کے جانشین کے طور پر فقہ کا درس دیتے تھے یہ خیال ان کے ذہن میں گردش کرتا رہتا تھا کہ فقہ کی اس طرح تدوین کی جائے کہ وہ نہ صرف حال بلکہ مستقبل کی ضرورتیں بھی

پوری کرے۔

مشہور حافظ حدیث قیس بن ربیع امام ابو حنیفہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہی بیان کرتے کہ جو حوادث ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے ان کے متعلقہ احکام کے سب سے بڑے عالم تھے [۳]۔

اس کے ساتھ ہی امام ابو حنیفہ کو یہ احساس تھا کہ اس نوعیت کا کام انفرادی طور پر کامیابی سے سرانجام دینا ممکن نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے ایک منظم مجلس کی ضرورت ہے جس کا کوئی صدر مجلس بھی ہو۔ موفق نے ہی لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام ابو حنیفہ کو کسی نے بتایا کہ فلاں مسجد میں لوگ حلقہ بنا کر فقہی مباحث پر گفتگو کرتے ہیں۔ امام صاحب نے پوچھا، کیا کوئی ان کا سربراہ بھی ہے۔ جب معلوم ہوا کہ کوئی نہیں تو آپ نے فرمایا: یہ لوگ کبھی بھی فقیہ نہیں بن سکتے [۴]۔

امویوں نے بالعموم اپنے دور حکومت میں عرب و عجم کے امتیاز کو نہ صرف از سر نو زندہ کیا بلکہ اپنے قول و عمل سے ایسے حالات پیدا کئے کہ عجمیوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ اس ملک میں دوسرے درجے کے شہری ہیں۔ اموی تعصب کا یہ حال تھا کہ خلفاء اور ان کے گورنر غیر عرب علماء سے نہ تو فتوی لیتے اور نہ ان کا بطور قاضی تقرر کرتے۔ حضرت زید کی شہادت (۱۲۲ھ، ۷۳۹ء) کے بعد امویوں پر جو پے بہ پے حوادث کا سیلاب آیا اس نے انہیں مجبور کیا کہ وہ عجمی علماء (موالی) کا تعاون حاصل کریں۔ اس سلسلے میں مختلف خلفاء اور گورنروں نے کئی ایک شعوری کوششیں کیں۔ امام ابو حنیفہ کے بارے میں یہ معلوم تھا کہ آپ کا قلبی اور ذہنی تعلق حضرت زید کی تحریک سے تھا، اس لئے ان کی حمایت حاصل

کرنے کے لئے انہیں دربار میں مسائل کے حل کے لئے بلانے کا آغاز عراق کے گورنر یوسف بن عمرو نے کیا لیکن بعد میں جب ابن ہبیرہ عراق کا گورنر ہوا تو اس نے امام صاحب سے تعلقات بڑھانے میں بہت سرگرمی کا مظاہرہ کیا - چوں کہ عراق عباسی تحریک کا مرکز تھا اور بنو امیہ کے خلاف زیرزمین تحریک بہت سرگرم تھی اس نے ابن ہبیرہ نے علماء و فقہاء کا تعاون حاصل کرنے کے لئے ان کو اکٹھا کیا اور انہیں مختلف شعبوں کی سربراہی تفویض کی - اس سلسلے میں سب سے زیادہ پرکشش پیش کش امام ابو حنیفہ کو کی گئی جو یہ تھی کہ :

> "گورنر کی مہر ان کے سپرد کی جائے گی، تاکہ جو حکم نافذ ہو، جو سرکاری مراسلہ جاری ہو اور خزانہ سے جو مال کسی کو بھی دیا جائے وہ سب امام ابو حنیفہ کی نگرانی میں ہو اور ان کے ہاتھ سے ہو کر نکلے"(۵)

گویا امام ابو حنیفہ کو گورنر کے بعد کا درجہ دیا جا رہا تھا اور تمام سیکرٹریٹ اور خزانہ ان کے ماتحت کیا جا رہا تھا - ابن ابی لیلی، ابن شبرمہ، داود بن ابی ہند اور دوسرے فقہاء نے وہ عہدے جو انہیں پیش کئے گئے نہ صرف قبول کئے بلکہ ان کا ایک وفد امام صاحب کے پاس آیا اور آکر آپ کو سمجھانا شروع کیا کہ :

> "ہم لوگ تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو. ہم تمہارے بھائی ہیں - حکومت نے ہم پر جو ذمہ داری ڈالی ہے ہم بھی اسے پسند نہیں کرتے لیکن اس وقت اسے قبول کر لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے"(٦)

امام ابو حنیفہ نے ان ناصحان مشفق کو جو جواب دیا وہ عزم و عزیمت کی

یک نادر مثال ہے، فرماتے ہیں :

" یہ ملازمت تو بڑی بات ہے اگر یہ شخص مجھ سے چاہے کہ
واسط شہر کی مسجد کے دروازے گن دوں تو میں یہ بھی نہیں
کروں گا- میں اس کی یہ خواہش کیسے پوری کر سکتا ہوں کہ وہ
کسی کی گردن مارنے کا حکم دے اور میں اس حکم پر مہر لگاؤں-
بخدا میں اس میں اپنے آپ کو کبھی شریک نہیں کر سکتا" -

ابن ہیرہ نے غضب ناک ہو کر آپ کو قید خانے میں بند کر دیا لیکن اپنا
صرار جاری رکھا - جب امام صاحب کی طرف سے مسلسل انکار ہوتا رہا تو اس کے
غصے کی انتہا اس پر ہوئی کہ اس نے قسم کھا لی کہ اگر ابو حنیفہ سرکاری عہدہ قبول
نہیں کریں گے تو ان کے سر پر اتنے کوڑے برساؤں گا کہ ان کا دم نکل جائے -
آپ نے جواب میں کہا :

" بخدا! میں کوئی عہدہ قبول نہیں کروں گا، موت ایک ہی بار
آنی ہے دنیا میں کوڑوں کی مار سہ لینا روز حشر کے آہنی گرزوں
کی مار سہنے سے بدرجہا آسان ہے" -

ابن ہیرہ غصے سے پاگل ہو گیا اور آخر اس نے امام کے سر پر کوڑے
برسانے کا حکم دے دیا- کوڑے برسنے شروع ہو گئے - چند کوڑوں تک امام خاموش
رہے اور پھر آپ نے ابن ہیرہ کو مخاطب کر کے فرمایا :

" ابن ہیرہ! اس وقت کو یاد کر جب تو اللہ کے سامنے کھڑا کیا
جائے گا اور آج تیرے سامنے میں جتنا ذلیل کیا جا رہا ہوں اس
سے کہیں زیادہ ذلت کے ساتھ تو خدا کے دربار میں پیش کیا

جائے گا - آج تو مجھے دھمکا رہا ہے لیکن کل خدا کے سامنے جب تجھ سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تجھ سے سچ کے سوا کچھ نہ بن پڑے گا - دیکھ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"(۷) -

ابن ہبیرہ نے جلاد کو روک دیا اور حضرت امام کو جیل بھیج دیا - جب کوئی بس نہ چلا تو رہا کر دیا - موقع ملتے ہی امام ابو حنیفہ نے کوفہ چھوڑ دیا اور مکہ معظمہ میں حرم محترم میں پناہ لے لی - یہ ۱۳۰ھ کا واقعہ ہے - اس کے دو سال بعد امویوں کی حکومت اپنے فطری انجام کو پہنچ گئی -

مختلف روایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ چھ سال حجاز مقدس میں رہے، ممکن ہے اس دوران میں وہ کوفہ آتے جاتے رہے ہوں لیکن آپ نے زیادہ تر سکونت حرمین میں رکھی جہاں آپ نے نہ صرف حرمین کے بڑے بڑے علماء اور محدثین سے استفادہ کیا جن میں عطاء بن ابی رباح ایسے اساطین امت بھی شامل ہیں بلکہ بہت جلد مسجد حرام میں آپ کا حلقہ علم و فتوی اس درجے کا ہوگیا کہ بڑے بڑے فقہاء اور چیدہ و برگزیدہ اہل علم آپ کی مجلس میں موجود ہوتے - ہر علاقے کے لوگوں کا ایک ہجوم ہوتا جو آپ سے مسائل پوچھتے اور آپ ان کو جواب دیتے - یہیں امام مالک، امام اوزاعی اور امام ابن جریج سے آپ کے علمی مباحثے اور مذاکرے ہوئے جن کے بعد امام مالک فرماتے ہیں :

بخدا! آپ بہت بڑے فقیہ ہیں حتی کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو اپنی قوت استدلال سے اسے سونے کا ثابت کر دیں گے -

اور امام اوزاعی نے کہا :

"مجھے اس شخص (ابو حنیفہ) کے علم و عقل پر رشک آتا ہے -
میں خدا سے اپنی غلط فہمی کی معافی مانگتا ہوں - میں بے وجہ
اس شخص کو الزام دیتا تھا، میں فاش غلطی پر تھا - واقعہ یہ ہے
کہ جو باتیں ان کی مجھ تک پہنچائی گئیں غلط تھیں(۸) -

حجاز علم حدیث کا مرکز تھا اور وہ عہد شروع ہو چکا تھا جب لوگ کثرت روایات کو معیار علم قرار دیتے تھے - محدثین اس امر کا اہتمام نہیں کرتے تھے کہ یہ معلوم کریں کہ کس حدیث سے علم و دانش کے کون سے سرچشمے پھوٹتے ہیں اور احادیث کی تاریخی ترتیب کیا ہے تاکہ ناسخ و منسوخ کا علم حاصل کیا جا سکے - اس نئے اور وسیع علمی تجربے کے بعد امام ابو حنیفہ کا یہ خیال مزید پختہ ہو گیا کہ اسلامی قوانین کی تدوین کے بغیر کتاب و سنت کے اس علمی ذخیرے سے استفادہ ممکن نہیں جو انسانی سماج کے مسائل حل کرنے کے لئے ہدایت کا واحد سرچشمہ ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"حدیث کو تفقہ کے بغیر جو حاصل کر رہے ہیں، ان کی مثال
اس عطار کی ہے، جو دوائیں جمع کرتا ہے لیکن اس بات سے
ناواقف ہے کہ کس مرض میں کون سی دوا کام آتی ہے"(۹)

امام ابو حنیفہ سوا چھ سال حرمین میں رہنے کے بعد واپس کوفہ آئے تو انہوں نے اپنی دیرینہ خواہش تدوین قوانین اسلامی پر اپنی تمام توجہ مرکوز کر دی اور تھوڑے تھوڑے وقفوں کے باوجود آپ نے یہ کام اپنی وفات ۱۵۰ھ تک باقاعدگی سے جاری رکھی - اس کے لئے امام ابو حنیفہ نے اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کہ تدوین فقہ کے لئے ماہرین کی ایک باقاعدہ مجلس ہو جس کا

ایک سربراہ ہو، اپنی سربراہی میں اپنے تلامذہ پر مشتمل "مجلس تدوین فقہ" کی بنیاد رکھی -

امام ابو حنیفہ کے تلامذہ :

امام ابو حنیفہ اپنے استاذ حماد کی وفات (۱۲۰ھ) سے لے کر اپنے دم واپسیں تک فقہ کی درس و تدریس اور تدوین کا کام کرتے رہے - اگرچہ بعض سیاسی وجوہات کی بناء پر اس کام میں تھوڑے تھوڑے وقفے بھی آتے رہے لیکن بالعموم یہ کام تسلسل سے جاری رہا - اس دوران میں کتنے لوگوں نے امام صاحب سے استفادہ کیا - یوں تو موفق کے بقول امام ابو حنیفہ کے شاگردوں اور معتقدوں کی تعداد ہزار ہا ہزار سے متجاوز ہے لیکن مشہور شافعی مورخ و محدث حافظ ابن حجر جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی سوانح پر ایک مستقل تالیف چھوڑی ہے آپ کے تلامذہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> " صحیح طور پر امام کے تلامذہ کا اور ان لوگوں کی تعداد کا پتہ چلانا دشوار ہے ، جنہوں نے امام ابو حنیفہ سے علمی استفادہ کیا ہے - شاید اسی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ابو حنیفہ کے اصحاب اور تلامذہ کی جتنی کثرت ہے اس کی نظیر مسلمانوں کے دوسرے مشہور ائمہ میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے - بعض قدماء محدثین نے امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کی فہرست جو بنانی چاہی تو قریب قریب آٹھ سو نام اس سلسلے میں ان کو ملے "(۱۰) -

موفق نے امام ابو حنیفہ کے سات سو تیس شاگردوں کے نام گنوائے ہیں

- مولانا محمود حسن ٹونکی نے معجم المصنفین میں امام صاحب کے ان تلامذہ کی فہرست اور مختصر حالات بھی درج کئے ہیں امام صاحب کے تلامذہ میں خاصی تعداد ان علماء کی تھی جنہوں نے بعد میں عدلیہ میں بطور قاضی خدمات انجام دیں اور ایک بڑا گروہ ان علماء و فقہاء پر مشتمل تھا جنہوں نے حضرت امام کے سلسلہ درس و تدریس اور افتاء و تالیف کو زندہ رکھا - معجم المصنفین میں ان شہروں کی فہرست دی گئی ہے جہاں امام صاحب کے تلامذہ کے حلقہ ہائے درس و افتاء تھے ، جو درج ذیل ہے :

۱- بصرہ ۲- واسط ، ۳- موصل

۴- جزیرہ ، ۵- رقہ ، ۶- نصیبین

۷- دمشق ، ۸- رملہ ، ۹- مصر ،

۱۰- یمن ، ۱۱- یمامہ ، ۱۲- بحرین ،

۱۳- بغداد ، ۱۴- اہواز ، ۱۵- کرمان ،

۱۶- اصفہان ، ۱۷- حلوان ، ۱۸- استر آباد

۱۹- ہمدان ، ۲۰- رے ، ۲۱- قومس

۲۲- وامعان ، ۲۳- جرجان ، ۲۴- نیشاپور

۲۵- سرخس ، ۲۶- نساء ۲۷- مرو

۲۸- بخارا ، ۲۹- سمرقند ، ۳۰- کش

۳۱- ترمذ ، ۳۲- بلخ ، ۳۳- ہرات

۳۴- قہستان ، ۳۵- سجستان ، ۳۶- رم ،

۳۷- خوارزم

اس فہرست میں کوفہ کا ذکر نہیں ہے جو امام ابو حنیفہ کا مولد و مسکن اور آپ کی فقہی اکیڈمی کا مرکز تھا نیز حرمین (مکہ اور مدینہ) جہاں آپ نے طویل عرصہ قیام کیا اور افادہ و استفادہ کا سلسلہ جاری رکھا اس فہرست میں درج نہیں کئے گئے -

موفق نے اسلامی مغرب کے آخری شہر طنجہ کے ایک مسافر حرمین کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس نے موفق کے والد سے علمی بحث و مباحثے کے دوران بتایا کہ اگرچہ ہمارے یہاں امام مالک اور امام اوزاعی کے اقوال کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے لیکن فتوی امام ابو حنیفہ کے قول پر دیا جاتا ہے -

امام ابو حنیفہ کے ان تقریبا ایک ہزار نامور شاگردوں میں سے چالیس افراد خاص علمی مرتبے کے حامل اور اجتہاد کے درجے پر فائز تھے - امام ابو حنیفہ ان کو بہت عزیز رکھتے اور انہی افراد پر مشتمل آپ نے مجلس تدوین فقہ قائم کی - امام طحاوی نے اسد بن فرات کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے تلامذہ جنہوں نے فقہ کی تدوین کی چالیس تھے جن میں یہ لوگ ممتاز تھے - ابو یوسف ، زفر ، داود الطائی ، اسد بن عمر، یوسف بن خالد التیمی ، یحیی بن ابی زائدہ-

مشہور محدث وکیع بن الجراح (جن کا تذکرہ آئندہ آئے گا) جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے استاذ تھے ، کے حالات میں خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ایک موقع پر چند اہل علم وکیع کے پاس جمع تھے - ان میں سے کسی نے کہا، امام ابو حنیفہ نے فلاں مسئلے میں غلطی کی ہے - وکیع بولے ، ابو حنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں - جس شخص کے ساتھ قیاس و درایت میں ابو یوسف و

زفر ، حدیث میں یحی بن زائدہ ، حفص بن غیاث ، حبان ، اور مندل ، لغت و عربیت میں قاسم بن معن اور زہد و تقوی میں داود الطائی اور فضیل بن عیاض کے رتبے کے لوگ ہوں وہ کہیں غلطی کر سکتا ہے اور کرتا بھی ہے تو یہ لوگ اس کو کب غلطی پر رہنے دیتے ہیں[11] -

امام ابو حنیفہ کو تدوین فقہ کے لئے کن کن علوم کے ماہروں کی ضرورت تھی - اس سلسلے میں فقہ اسلامی کے مختلف ابواب و مباحث کو ذہن میں رکھتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمیداللہ کا یہ تبصرہ پڑھیں اور غور کریں کہ یہ کام کس قدر مشکل تھا اور امام ابو حنیفہ نے کتنی کامیابی سے اپنے تلامذہ میں ان علوم میں مہارت تامہ رکھنے والے افراد کو نہ صرف جمع کیا بلکہ سالہا سال ان کی علمی اور مادی سرپرستی کر کے امت محمدیہ کو ایک بے مثال مجموعہ قوانین کا تحفہ دیا - ڈاکٹر محمد حمیداللہ لکھتے ہیں :

" ایک اور مشکل یہ تھی کہ فقہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہے اور قانون کے مآخذوں میں قانون کے علاوہ لغت ، صرف و نحو ، تاریخ وغیرہ ہی نہیں حیوانیات ، نباتیات بلکہ کیمیا و طبعیات کی بھی ضرورت پڑتی ہے - قبلہ معلوم کرنا جغرافیہ طبعی پر موقوف ہے - نماز اور افطار و سحری کے اوقات علم ہیئت وغیرہ کے دقیق مسائل پر مبنی ہیں - رمضان کے لئے رویت ہلال کو اہمیت ہے اور بادل وغیرہ کے باعث ایک جگہ چاند نظر نہ آئے تو کتنے فاصلے کی رویت اطراف پر موثر ہوگی وغیرہ وغیرہ مسائل کی طرف اشارے سے اندازہ ہوگا کہ نماز روزہ جیسے خالص عباداتی مسائل میں بھی علوم طبعیہ سے کس

طرح قدم قدم پر مدد لینے کی ضرورت ہوتی ہے - کاروبار ، تجارت ، معاہدات ، آب پاشی ، صرافہ ، بنک کاری وغیرہ وغیرہ کے سلسلے میں قانون سازی میں کتنے علوم کے ماہروں کی نہ ضرورت ہوگی ، امام ابو حنیفہ ہر علم و فن کے ماہروں کو ہم بزم کرنے اور اسلامی قانون یعنی فقہ کو ان سب کے تعاون سے مرتب و مدون کرنے کی کوشش میں عمر بھر لگے رہے اور بہت کچھ کامیاب ہوئے "(۱۲)۔

آج کے دور میں علوم کی مختلف شاخوں نے اپنی مستقل حیثیت اختیار کر لی ہے اور ان میں تخصص کے لئے ساری ساری عمر صرف کرنا پڑتی ہے لیکن فقہ اسلامی کے طلبہ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ان میں سے کئی ایک علوم مثلاً معاشیات ، سیاسیات ، قانون بین الاقوام ، وغیرہ براہ راست علم فقہ کے ابواب ہیں- ان علوم سے متعلق جو قوانین مدون کئے گئے ان کے لئے صرف کتاب ، سنت ، اجماع اور قیاس سے ہی کام نہیں لیا گیا بلکہ قانون سازی کے لئے دیگر علوم سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا - موفق امام ابو حنیفہ کے مجموعہ قوانین کے بارے میں لکھتے ہیں :

" وہ مجموعہ نحو اور حساب کے ایسے دقیق مسائل پر مشتمل تھا جن کو سمجھنے کے لئے عربی زبان و ادب اور الجبرا وغیرہ میں مہارت تامہ کی ضرورت تھی"(۱۳)

موفق نے امام ابوبکر رازی الجصاص (احکام القرآن کے مولف) کی تالیف شرح جامع صغیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے مدینۃ السلام (بغداد) میں ایک بہت بڑے نحوی حسن بن عبدالغفار کو اس کتاب کے بعض مسائل سنائے

جن کا تعلق نحو و لغت کے ذریعے استخراج مسائل سے تھا تو جیسے جیسے وہ مسائل سنتے جاتے تھے ، حیرت سے میری طرف دیکھتے ، آخر میں بولے ، ان نتائج کا استنباط وہی کر سکتا ہے جو علم نحو میں خلیل اور سیبویہ کا ہم پلہ ہو[۱۴]-

مجلس تدوین فقہ کے مقاصد :

امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کا سب سے بڑا مقصد تو اللہ کی رضا کے حصول کے علاوہ کچھ نہیں تھا - امام صاحب کے تلامذہ کے حوالے سے تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے کہ :

" امام کا دستور تھا کہ مجلس میں جس وقت بحث و مباحثے کا سلسلہ شروع ہو جاتا تو بار بار بیچ میں ان کی زبان پر قرآنی آیت فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ (۳۹ : ۱۷-۱۸) (خوش خبری سناو میرے ان بندوں کو جو بات توجہ سے سنتے ہیں اور اس میں جو اچھی بات ہے اس کی اتباع کرتے ہیں) ، جاری ہو جاتی تھی "-

اور امام اس مجلس کا اختتام اپنے تلامذہ کو اس خطاب سے کیا کرتے :

" خدا تم لوگوں کی باہمی اخوت اور برادری کو ایمان کے رشتہ سے مضبوط فرمائے اور تمہاری باہمی محبت و الفت میں اپنی رحمت شریک فرمائے اور تمہارے دلوں کو علم اور قرآن سے صحت مندی عطا فرمائے " (۱۵)

امام صاحب بار بار اپنے تلامذہ کو یہ یاد دلاتے کہ :

"اگر اس علم سے تمہارے سامنے محض آخرت کی بھلائی نہیں ہے تو تمہیں توفیق نہیں بخشی جائے گی"

کبھی ناواقف حال معترضین کو مطمئن کرتے ہوئے فرماتے :

"بھائی اس سے بڑی نیکی اور کیا ہو گی کہ حلال و حرام کا فیصلہ کیا جائے - خدا کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرنے والے نہ منسوب کریں اور خدا کی مخلوق لاعلمی کی وجہ سے خدا کی نافرمانیوں میں نہ مبتلا ہو جائے - اس کا ذریعہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے"(۱۶) -

امام کے ایک شاگرد خالد سمتی کہتے ہیں کہ آپ بکثرت یہ شعر پڑھا کرتے تھے :

کفی حزنان ان لا حیاۃ ھنیئۃ ولا عمل یرضی بہ اللہ صالح (۱۷)

"آدمی کے غم و اندوہ کے لئے یہی دو باتیں کافی ہیں کہ ایک تو اس کی زندگی ناخوشگوار ہو اور دوسرے یہ کہ وہ ایسے کاموں میں مشغول ہو جن سے اللہ کی خوشنودی نہ حاصل ہوتی ہو"

جب کسی مسئلہ پر بحث و تمحیص کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچتے تو اظہار عجز کے طور پر فرماتے کہ سب سے بہتر پہلو جہاں تک پہنچنا ہمارے بس میں تھا، یہی تھا(۱۸) - لیکن اظہار شکر کے لئے سب شرکاء مجلس مل کر اللہ اکبر کہتے تھے(۱۹) -

ان تمام بیانات سے وضع قوانین کا اصل مقصد یعنی اللہ کی رضا جوئی کا اظہار ہوتا ہے، اگر امام ابو حنیفہ کا مقصد اس ساری جدوجہد سے دنیا کا حصول، حکمرانوں کا قرب یا اختیارات کا حصول ہوتا تو اوپر ہم بیان کر آئے ہیں کہ اس دور

کی کون سی نعمت تھی جس نے ان کے دروازے پر دستک نہ دی۔ کون سا حکمران ایسا تھا جس نے ابو حنیفہ سے دربار میں آتے جاتے رہنے کی خواہش کا اظہار نہ کیا ہو، عہدے اور اختیارات آپ کے سامنے پیش کیے گئے لیکن آپ نے انہیں اس طرح پائے استحقار سے ٹھکرا دیا جیسے وہ کوئی ناگوار چیز ہو - یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جس کے سامنے ان تمام مقاصد سے بڑا مقصد اور ان تمام بلندیوں سے زیادہ بلند کوئی مقام ہوتا ہے جس کے سامنے تمام دنیوی مقاصد ہیچ اور تمام عارضی بلندیاں پستیاں نظر آتی ہیں -

حواشی و تعلیقات

۱- حجۃ اللہ البالغۃ ، ۱ : ۲۶۱

۲- کردری ، ۱ : ۱۵۸

۳- موفق ، ۲ : ۴۰

۴- ایضا ، ۲ : ۹۱

۵- محمود الحسن ٹونکی ، معجم المصنفین ، ۲ : ۱۷۷

۶- موفق ، ۲ : ۲۴

۷- ایضا ، ۲ : ۲۲

۸- ایضا ، ۱ : ۲۸

۹- ایضا ۲ : ۹۱

۱۰- الخیرات الحسان ، ۶۰

۱۱- خطیب بغدادی ،

۱۲- پیش لفظ ، امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی ، ۲۴

۱۳- موفق ، ۲ : ۱۲۷

۱۴- ایضا ، ۲ : ۱۳۸

۱۵- ایضا ، ۱: ۲۵۴

۱۶- ایضا ، ۸۹، ۹۳

۱۷- ایضا ، ۲ :۸۱

۱۸- ملا علی قاری ، مناقب الامام الاعظم ، ۴۷۲

۱۹- موفق ، ۴: ۵۴

باب : ۵

فقہ حنفی، شورائی مذہب

فقہ حنفی ۔ شورائی مذہب

قرآن حکیم نے نہ صرف امرھم شوری بینھم (۱) (وہ لوگ اپنے معاملات باہمی مشاورت سے حل کرتے ہیں) کے ذریعے مشاورت کی تحسین کی بلکہ **شاورھم فی الامر** (۲) (معاملات میں ان سے مشورہ کیا کریں) کے ارشاد ربانی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے امور میں جن میں وحی کا نزول نہ ہوا ہو مشاورت کا حکم دیا ہے۔ سیاسی اور ملکی معاملات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے مشاورت کرنے کی متعدد مثالیں ادبیات سیرت میں موجود ہیں لیکن صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خالصتاً دینی اور عبادت سے متعلق امور میں بھی جب ضرورت ہوتی تو مشاورت کا طریق کار اختیار کیا جاتا تھا۔ چنانچہ لوگوں کو نماز کے لئے کس طریقے سے جمع کیا جائے اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ مشورہ کیا۔

خلفائے راشدین نے بالعموم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالخصوص مشاورت کو بہت زیادہ اہمیت دی اور ملکی، سیاسی ، عمرانی، معاشرتی، معاشی بلکہ فقہی اور قانونی مسائل میں بھی آپ بکثرت مشاورت کرتے۔ اس کے لئے علامہ شبلی نے آپ کی تین الگ الگ مجالس مشاورت کا ذکر کیا ہے لیکن مشاورت کا انحصار انہی مجالس پر نہیں تھا بلکہ آپ نمازوں کے بعد مجلس میں عام مشاورت بھی کرتے۔ خطبہ جمعہ کے موقع پر کسی مسئلے کے حل کے لئے لوگوں سے رائے طلب کرتے۔ یہ مشاورت کوئی رسمی چیز نہیں تھی کہ آپ اپنی رائے کی منظوری حاصل کرنے کے لئے یا لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے مشورے کرتے ہوں بلکہ آپ کے طرز عمل اور آپ کے مقصد مشاورت کا اظہار آپ کی اس تقریر سے ہوتا ہے جو

آپ نے ایک بار اہل شوریٰ کے اجتماع میں کی۔ آپ نے فرمایا:

"میں نے آپ لوگوں کو جس غرض کے لئے تکلیف دی ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مجھ پر آپ کے معاملات کی امانت کا جو بار ڈالا گیا ہے اسے اٹھانے میں آپ میرے ساتھ شریک ہوں۔ میں آپ ہی میں سے ایک فرد ہوں۔ آج آپ ہی وہ لوگ ہیں جو حق کا اقرار کرنے والے ہیں۔ آپ میں سے جس کا جی چاہے مجھ سے اختلاف کرے اور جس کا جی چاہے میرے ساتھ اتفاق کرے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہش کی پیروی کریں۔" (۳) (الخراج ۱۴۔۱۵)

عراق میں دجلہ اور فرات کے درمیان کی زرخیز زمینیں جب فتح ہوئیں تو ان کے انتظام کے بارے میں آپ نے اہل الرائے سے مشورہ کیا۔ بعض سپہ سالاروں کی رائے تھی کہ اسے مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے جبکہ بعض دوسرے اہل علم کا خیال تھا کہ زمینیں مفتوحہ قوم کے کاشتکاروں کے پاس رہنے دی جائیں اور ان سے سرکاری محصول وصول کیا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے شوریٰ کا عام اجلاس منعقد کیا۔ تین دن تک بحث ہوتی رہی۔ آخر مؤخر الذکر نقطۂ نظر کے حامل افراد کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات میں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں آپ نے کسی رائے کا اظہار کیا لیکن مشورے کے بعد اپنی رائے سے رجوع کر لیا اور آپ کی عظمت کردار کی دلیل یہ تھی کہ اپنی کم علمی کا اعتراف فرماتے اور مشورہ دینے والے کی حوصلہ افزائی۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں توسیع فقہ کے لئے شوریٰ اور اجماع کا ادارہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خاصا منظم کر دیا تھا۔ اس دور

کے فیض یافتہ تابعین میں فقہائے سبعہ نے جلد ہی بڑا امتیاز حاصل کر لیا اور ان سات ماہرین کی کمیٹی نے ایک طرح سے قانون سازی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی۔ سخاوی نے وضاحت سے بیان کیا ہے کہ خود قاضی بھی مدینہ منورہ میں اس مجلس ہفت گانہ سے مشورہ لیتے تھے اور اس کے فتوے کے پابند تھے۔ ان لوگوں کے نام قابل ذکر ہیں۔

۱۔ ماہر قرآن و حساب و میراث حضرت زید بن ثابتؓ کے بیٹے خارجہ (جو طلحہ بن عبداللہ بن عوفؓ کے اشتراک عمل سے تقسیم وراثت کے مقدمات کا فیصلہ کرتے اور معاہدات کی دستاویزیں لکھتے)

۲۔ حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم

۳۔ حضرت زبیر کے بیٹے عروہ

۴۔ بی بی میمونہ یا بی بی ام سلمہ کے آزاد کردہ غلام سلیمان بن یسار

۵۔ عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود

۶۔ سعید بن المسیب

۷۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے بیٹے ابو سلمہ یا حضرت عمر کے پوتے سالم یا ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام (ساتویں رکن کے بارے میں اختلاف ہے۔ ممکن ہے بعض کے انتقال پر دو نئے ارکان کمیٹی میں لئے گئے ہوں) (۴)

امام ابو حنیفہ نے حرمین کے تعلیمی اسفاد کے دوران اس مجلس کے ارکان سے خوب فیض حاصل کیا۔اس لئے عجب نہیں کہ اس مجلس کی کارکردگی اور طریق کار سے متاثر ہو کر آپ نے اپنی مجلس کی بنیاد رکھی ہو۔ اوپر ہم نے امام ابو حنیفہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے مذہب فقہی کے مآخذ میں فقہ عمر کا بطور خاص ذکر کیا۔ ممکن ہے کہ یہ بات کہ فقہ کی بنیاد شوریٰ پر رکھی جائے آپ

نے حضرت عمرؓ سے اخذ کی ہو تاہم یہ امر مسلم ہے کہ فقہ حنفی کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ فرد واحد کا نتیجۂ فکر نہیں بلکہ شورائی مذہب ہے۔

موفق مذہب ابی حنیفہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فوضع ابوحنفية مذهبه شورى بينهم لم يستبدفيه بنفسه دونهم (۵)

امام ابوحنیفہ نے اپنے مذہب کی بنیاد شوریٰ پر رکھی اور مجلس شوریٰ کے اراکین سے الگ اپنی انفرادی رائے کو مسلط نہیں کیا۔

طریقہ بحث

مجلس میں مسائل پر بحث و گفتگو کے طریقے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے موفق لکھتے ہیں:

كان يلقى مسئلة مسئلة يقلبهم و يسمع ما عندهم و يقول ما عنده ويناظرهم شهراً اواكثر من ذلك حتى يستقراحد الاقوال فيها

ایک ایک مسئلہ کو پیش کرتے، لوگوں کے خیالات کو الٹتے پلٹتے، اراکین مجلس کی آراء اور دلائل سنتے۔ اپنی رائے اور دلائل سے اہل مجلس کو آگاہ کرتے اور ان سے مناظرہ کرتے۔ کبھی ایک ایک مسئلہ پر بحث و مناظر کا سلسلہ ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ مدت تک چلتا تاآنکہ مسئلے کا کوئی پہلو متعین ہو جاتا۔ (۶)

امام ابوحنیفہ نے اپنی مجلس کے اراکین کو بحث و مناظرے کی اس قدر آزادی دی ہوئی تھی کہ وہ بلاجھجک امام کو ٹوک دیتے اور ایسا انداز اختیار کرتے کہ دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا۔ الجرجانی کہتے ہیں کہ میں امام کی مسجد میں حاضر تھا کہ ایک نوجوان نے جو اسی حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا امام سے کوئی سوال کیا، جس کا امام صاحب نے کوئی جواب دیا۔ لیکن جوان کو میں نے دیکھا کہ جواب سنتے ہی امام صاحب کو بے تکلفانہ کہنے لگا، آپ نے غلطی کی۔ جرجانی کہتے ہیں کہ نوجوان کے

اس انداز تخاطب کو دیکھ کر میں تو حیران رہ گیا اور حاضرین کو خطاب کر کے میں نے کہا :

"حیرت کی بات ہے تم اپنے شیخ کا قطعاً لحاظ نہیں کرتے"

جرجانی نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ امام ابوحنیفہ نے انہیں ٹوک دیا اور کہا :

"انہیں رہنے دو، میں نے خود ان کو اس طرز تکلم کا عادی بنایا ہے" (۶)

امام ابوحنیفہ نے مشاورت کو بامقصد، بحث و مناظرے کو آزادانہ اور مجلس وضع قوانین کو بے تکلف بنانے کی شعوری کوشش کی تھی تاکہ ادب آداب اور عقیدت و لحاظ کے باعث قانون سازی میں کسی قسم کا سقم نہ رہ جائے۔ یہی طرز عمل تھا جس کی وجہ سے وکیع بن الجراح لوگوں سے کہا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ کے کام میں غلطی کیسے رہ سکتی ہے جب کہ ان کے ساتھ ابویوسف اور ترفر ایسے لوگ قیاس و اجتہاد کے ماہر، یحیٰی بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث اور علی کے بیٹے جہان اور مندل ایسے حفاظ حدیث عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے اور قاسم بن معن ایسے ماہر لغت و ادب اور داؤد بن نصیر الطائی اور فضیل بن عیاض ایسے زہد و تقوی کے حامل شریک کار تھے۔ جس کے رفقاء اور ہم نشین اس پائے کے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا کیونکہ غلطی کی صورت میں یہ لوگ اسے حق کی طرف لوٹا دیں گے"۔

اس کے بعد وکیع نے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے والوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا :

"جو لوگ فقہ حنفی پر تنقید کرتے ہیں وہ چوپائے ہیں
بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ"۔ (۷)

مشہور تذکرہ نگار موفق نے مجلس وضع قوانین کی یوں تصویر کشی کی ہے :

"امام ابو حنیفہ جب بیٹھتے تو ان کے اردگرد اصحاب بیٹھ جاتے جن میں قاسم بن معن، عافیہ بن یزید، داؤد طائی، زفر بن ہذیل اور انہیں کے مرتبے کے اور لوگ ہوتے۔ اس کے بعد کسی مسئلے کا ذکر چھیڑا جاتا۔ پہلے امام کے تلامذہ اپنی اپنی معلومات کے لحاظ سے بحث کرتے اور خوب بحث کرتے یہاں تک کہ ان کی آواز بلند ہو جاتی۔ جب باتیں بہت بڑھ جاتیں تب آخر میں امام اپنی تقریر شروع کرتے۔ امام کی تقریر جس وقت شروع ہوتی لوگ خاموش ہو جاتے اور جب تک امام تقریر فرماتے رہتے مجلس پر سکوت طاری رہتا گویا کوئی اس مجلس میں موجود ہی نہیں ہے حالانکہ بڑے بڑے علماء موجود ہوتے۔" (۸)

امام محمد بن حسن الشیبانی امام کی مجلس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ابوحنیفہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے تلامذہ سے مناظرہ کرتے۔ تلامذہ کبھی تو امام کی بات مان لیتے اور کبھی امام کے دلائل کے مقابلے میں اپنے دلائل پیش کرتے۔" (۹)

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں ایک مسئلہ بحث کے لئے پیش ہوا مسلسل تین دن تک ارکان مجلس اس پر غور و خوض اور بحث و مباحثہ کرتے رہے۔ کوفے کے اہل علم امام ابوحنیفہ کے قانون سازی کے اس اچھوتے انداز کو حیرت و استعجاب سے دیکھتے اور پسند کرتے تھے۔ مشہور محدث اعمش نے اس مجلس کے طریق کار کو بیان کرتے ہوئے کہا: (۱۰)

جب اس مجلس کے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے تو حاضرین اس مسئلے کو اس قدر گردش دیتے ہیں اور الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں کہ بالآخر اس کا حل روشن ہو جاتا

ہے۔ (۱۱)

علی بن مسہر جو اس مجلس کے ایک ممتاز رکن تھے کہتے ہیں کہ ایک روز امام کی مجلس میں چند احادیث زیر بحث آئیں کہ ان کی اسناد کیا ہیں ؟

اتفاق سے مجھے اس کی اسناد معلوم تھیں، میں نے عرض کیں تو مجھے بہت شاباش دی اور حوصلہ افزائی کی۔ (۱۲)

امام ابو یوسف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مسئلہ زیر تحقیق ہوتا توکوفہ کی دوسری علمی مجالس اور محدثین سے بھی مراجعت کی جاتی کہ اس سلسلے میں ان کے پاس کوئی حدیث ہے۔ ابو یوسف کہتے ہیں کہ مجھے تلاش سے جو احادیث ملتیں میں لے کر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہ بتاتے کہ ان میں سے فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں صحیح نہیں اور ہم نے جو رائے اختیار کی وہ حدیث صحیح کے مطابق ہے۔ میں پوچھتا کہ آپ کو ان احادیث کا کیسے علم ہوا؟ تو جواب دیتے کہ کوفہ میں جتنا علم ہے وہ سارا میرے پاس ہے۔ (۱۳)

مجموعہ قوانین میں مسائل کی تعداد

امام ابو حنیفہ نے مجموعہ قوانین کی تدوین کے لئے جو ترتیب مقرر کی آج تک فقہ کی کتب اسی ترتیب سے مدون کی جا رہی ہیں۔ آپ نے تدوین کا آغاز مسائل طہارت سے کیا اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے عبادات کے ابواب مدون کرائے۔ پہلے پہل آپ نے نماز کے احکام ایک رسالے میں جمع کرائے اور اس کا نام "کتاب العروس" رکھا۔ اس رسالے کی مقبولیت سے حوصلہ پا کر آپ نے مزید ابواب پر کام جاری رکھا۔ فقہ کے اس حصے کی تدوین میں آپ نے ارکان مجلس پر یہ اصول واضح کر دیا تھا کہ قیاس ہر چیز میں نہیں چلتا۔ قیاس صرف ان چیزوں

میں چلتا ہے جن کا رائے سے ادراک ہو سکتا ہے۔ قیاس کسی طرح ارکان دین کے ثابت کرنے اور اسباب و علل میں نہیں چلتا بلکہ صرف احکام کے ثبوت کے لئے چلتا ہے۔ (۱۵)

امام ابو حنیفہ کا امام باقر سے جو مشہور مکالمہ ہوا جس میں امام باقر نے آپ سے یہ شکایت کی تھی کہ آپ نے احادیث کے مقابلے میں قیاس کرنا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے مثالوں سے بتایا کہ آپ ہرگز امور تعبدیہ میں قیاس کی دراندازی کو جائز قرار نہیں دیتے۔ (۱۶)

اس کے بعد آپ نے معاملات کے ابواب رکھے اور آخر میں وصیت اور میراث وغیرہ کے۔ آپ کے وضع کردہ مسائل کی تعداد کیا تھی؟

خوارزمی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے تراسی ہزار مسئلے وضع کئے جن میں سے اڑتیس ہزار کا تعلق عبادات سے تھا اور باقی کا معاملات سے۔ (۱۷)

لیکن یہ تعداد کسی ایک وقت کی ہے کیونکہ وضع قوانین کا عمل مسلسل جاری رہا اور ان کتابوں میں جو وضع قوانین کے مجموعوں کے طور پر مدون ہو رہی تھیں مسلسل داخلی اضافے بھی ہوتے رہے۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں:

"میں نے ابو حنیفہ کی کتابیں ایک سے زیادہ دفعہ نقل کی ہیں ۔ ان کتابوں میں اضافے ہوتے رہتے تھے تو ان کو بھی لکھنا پڑتا تھا۔" (۱۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی باب (جسے فقہی کتب میں کتاب کے لفظ سے معنون کیا جاتا ہے جیسے کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ وغیرہ) کی تکمیل کرنے کے بعد اس کا کام بند نہیں کر دیا جاتا تھا اور ان تالیفات میں جو وقتاً فوقتاً اضافے ہوتے ان کی وجہ سے نئی نقول تیار کرنا پڑتی تھیں۔ امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک، امام صاحب کی مجلس کے ایک اہم رکن امام

زفر سے عاریۃ ان کی کتابیں لے کر نقل کیا کرتے تھے۔

موفق نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے وضع کردہ مسائل کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی جن میں صرف، نحو اور حساب کی ایسی دقیق تحقیقات سے مسائل فقیہہ کے استنباط میں استفادہ کیا گیا تھا کہ ان کے استخراج سے عربی زبان اور علم جبر و مقابلہ کے ماہرین کے بھی چھکے چھوٹ جائیں (۱۹) قلائد عقود العقیان کے مصنف نے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار اور کردری نے چھ لاکھ بتائی۔

مولانا مناظر احسن گیلانی کا خیال یہ ہے کہ اگر ان روایات کو مبالغہ آمیز بھی قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ امام کے وضع کردہ اصول و کلیات سے بعد میں فقہاء نے جن مسائل کا استنباط کیا ان کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ چونکہ ان کی بنیاد امام کے کلیات پر قائم تھی اس لئے انہیں بھی امام کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ (۲۰)

بہر حال اگر اسی روایت کو درست مان لیا جائے کہ آپ نے تراسی ہزار مسائل کا مجموعہ تیار کروایا تو بھی یہ اتنا بڑا کام ہے جو اللہ کی طرف سے خصوصی توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ امام ابو حنیفہ کے سامنے کوئی نمونہ نہیں تھا جس سے آپ نے کلی یا جزئی طور پر استفادہ کیا ہو۔ آپ نہ صرف تدوین فقہ کے اس اسلوب کے بانی ہیں جس پر بعد میں تمام مجتہدین نے اپنی اپنی فقہ مدون کی بلکہ بعض مباحث ایسی ہیں کہ جن پر آپ سے پہلے کسی نے مستقل بحث نہیں کی تھی۔ مثلاً امام ابو حنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط وضع کیں۔ ان سے پہلے اس موضوع پر کسی کی کوئی مستقل تحریر نہیں تھی۔ (۲۱)

قانون بین الممالک جو تاریخ کا حصہ سمجھا جاتا تھا، اس کو تاریخ سے الگ کر کے مستقل فقہی چیز قرار دی اور کتاب السیر مرتب کی جس میں صلح اور جنگ

کے قوانین مدون کیے۔

اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہ اسی وقت معاصرانہ مباحث کا موضوع بن گیا۔ امام اوزاعی نے اس کی تردید لکھی۔ امام ابویوسف نے اوزاعی کے جواب میں رسالہ لکھا۔ پھر امام صاحب کے دوسرے شاگرد امام محمد نے پہلے سیر صغیر اور پھر سیر کبیر لکھی۔ مؤخر الذکر کتاب اتنی ضخیم تھی کہ ایک گاڑی میں ڈال کر لے جائی گی تاکہ ہارون رشید کو تحفے میں پیش کی جائے۔

امام ابوحنیفہ کی نگرانی میں جو مجموعہ قوانین مرتب ہو رہا تھا اسے تحریر کرنے کی ذمہ داری غالبًا امام ابویوسف کی تھی جسے بعد میں امام محمد نے مزید منقح کیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کے حوالے سے ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ وہ امام زفر سے کتب ابی حنیفہ کے جدید ایڈیشن حاصل کر کے ان کی نقل تیار کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہ کی زندگی میں ہی ان کے مدرسۂ قانون کے تیار کردہ مجموعہ کو وہ حسن قبول حاصل ہوا کہ جو لوگ حضرت امام سے معاصرانہ چشمک رکھتے تھے یا آپ سے ہمسری کے مدعی تھے وہ بھی اس کوشش میں رہتے کہ کسی طرح اس مجموعہ قوانین تک رسائی ہو سکے۔ علامہ شبلی عقود الجمان کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان ثوری کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے۔ ان سے اجازت لے کر میں اس کو دیکھنے لگا تو ابوحنیفہ کی کتاب الرھن نکلی۔ میں نے تعجب سے پوچھا، آپ ابوحنیفہ کی کتابیں دیکھتے ہیں۔ بولے، کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں" (۲۲)

امام ابوحنیفہ کے اس مجموعہ قوانین کا کیا نام تھا، صحت تعین سے معلوم نہیں ہو سکا البتہ بعض قدیم مآخذ میں امام صاحب کی کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔ علامہ زاہد کوثری نے لکھا ہے کہ کتاب الرائے، کتاب اختلاف الصحابہ، کتاب الجامع،

کتاب السیر، کتاب الاوسط، الفقہ الاکبر، العالم والمتعلم، کتاب الرد علی القدریہ، رسالہ الامام الی عثمان البتی اور چند مکتوبات بطور وصایا امام صاحب کے علمی تحفے تھے۔ تاہم امام ابو حنیفہ کی تالیفات کو بعد میں امام محمد نے مزید منقح کر کے مدون کیا اور یہی مجموعے فقہ حنفی کی اساسی کتب ہیں۔ ذیل میں ان کا مختصر تعارف درج کیا جاتا ہے۔

کتب ظاہر الروایۃ

ا۔ المبسوط

یہ امام محمد کی سب سے پہلی کتاب ہے اور ''اصل'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں امام محمد نے ایسے ہزاروں مسائل جمع کیے ہیں جن کا امام صاحب نے جواب دیا ہے اور وہ مسائل بھی ہیں جن میں امام ابو یوسف اور امام محمد نے اختلاف کیا ہے۔ اس کتاب میں امام محمد نے ترتیب یہ رکھی ہے کہ پہلے آثار و روایات بیان کرتے ہیں پھر ان سے مستنبط مسائل بیان کرتے ہیں اور آخر میں ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلی کا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔

یہ کتاب امام حنیفہ کے تدوین فقہ کے طریق کار پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی مجلس میں ہر پہلو سے مسئلہ پر گفتگو ہوتی تھی اور شرکاء مجلس اپنا اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے میں نہ صرف آزاد تھے بلکہ اس اختلاف کو ریکارڈ بھی کیا جاتا تھا۔

۲۔ جامع صغیر

اس کتاب میں امام محمد نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام صاحب کے

مسائل تحقیق جمع کئے ہیں۔ ان مسائل کی تعداد پانچ سو تینتیس ہے۔ ان میں سے ایک سو ستر مسائل میں امام محمد نے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس کتاب کی چالیس سے زائد شرحیں لکھی گئیں جن میں سے چند ایک شارحین کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ ابوا للیث سمرقندی ۲۔ صدر الاسلام بزدوی
۳۔ فخرالاسلام علی بزدوی ۴۔ شمس الائمہ سرخسی
۵۔الصدرالشہید حسام الدین ۶۔ علامہ الاسبیجانی
۷۔ برہان الدین صاحب المحیط ۸۔ ابوبکر رازی
۹۔ علامہ العتابی ۱۰۔ علامہ تمرتاشی
۱۱۔ احمد بن اسماعیل ۱۲۔ علامہ المحبوبی
۱۳۔ ابوالمعین نسفی ۱۴۔ فخرالدین قاضی خان
۱۵۔ بدرالدین عمر ۱۶۔ برہان الدین المرغینانی صاحب الھدایۃ

جامع صغیر کو محمد بن سماعہ اور عیسیٰ بن ابان نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔ کتاب کی تبویب قاضی ابوطاہر محمد بن محمد الدبوسی نے کی ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

۳۔ جامع کبیر

یہ کتاب بھی جامع صغیر کے اسلوب پر ہے، مگر اس میں مسائل کی تعداد زیادہ ہے۔ اس کتاب میں امام صاحب کی آراء کے ساتھ امام ابویوسف اور امام زفر کے اقوال بھی دیئے گئے ہیں۔ ہر مسئلہ کی دلیل بھی موجود ہے۔ جس سے ان اصول، کلیات اور قواعد فقیہ کا علم ہوتا ہے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے۔ چنانچہ بعد کے فقہاء نے اسی کتاب کی مدد سے اصول فقہ کی تدوین کی۔ اس کتاب کے شارحین کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے مثلاً:

۱۔ قاضی ابو خاروم ۲۔ الامام علی قمی

۳ ۔ امام ابوبکر بلخی	۴ ۔ شیخ ابوبکر رازی جصاص
۵ ۔ ابو عبداللہ جرجانی	۶ ۔ ابواللیث سمرقندی
۷ ۔ الامام مسعودی	۸ ۔ الامام ابوالفضل کرمانی
۹ ۔ قاضی ابوزید الدبوسی	۱۰۔ امام برہان الدین
۱۱۔ شمس الائمہ حلوائی	۱۲ ۔ الصدرالشہید حسام الدین
۱۳۔ شمس الائمہ سرخسی	۱۴۔ فخرالاسلام بزدوی
۱۵۔ صدرالاسلام بزدوی	۱۶ ۔ قاضی الارسانیدی
۱۷۔ الامام العتابی	۱۸۔ شیخ الاسلام علاء الدین سمرقندی
۱۹۔ فخرالدین قاضی خان	۲۰۔ الامام ظہیرالدین
۲۱۔ جمال الدین الحصیری	۲۲۔ صدرالدین مجدالدین
۲۳۔ الامام الاسیجابی	

۴ ۔ زیادات

یہ کتاب دراصل جامع صغیر اور جامع کبیر کا تکملہ ہے۔ اس میں وہ مسائل ہیں جو ان دونوں کتابوں میں درج ہونے سے رہ گئے۔

۵ ۔ السیر الصغیر

اس کتاب میں قانون بین الممالک، معاھدات، صلح و جنگ اور امور حکومت و سیاست کے مسائل ہیں۔ اس کتاب کو امام اوزاعی نے دیکھا تو پسند کیا لیکن ساتھ یہ طنز بھی کیا کہ اہل عراق کو سیر سے کیا واسطہ ؟ امام محمد نے جب یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھ ڈالی۔

۶ ۔ السیر الکبیر

یہ کتاب امام محمد کی سب سے آخری کتاب ہے۔ یہ ایک سو ساٹھ اجزاء پر مشتمل ہے جب امام محمد اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اسے گاڑی میں لاد کر خلیفہ ہارون رشید کی خدمت میں پیش کیا۔

مذکورہ چھ کتابیں فقہ حنفی کی اساسی کتب ہیں جو اصلاً امام ابوحنیفہ کے لیکچرز کے نوٹس ہیں۔ جن کو ان کے شاگرد امام محمد نے مدون کیا۔ چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں ابوالفضل محمد بن احمد المروزی حاکم شہید نے کتب ظاہر الروایہ کے تمام مسائل ایک کتاب میں جمع کئے اور اس کا نام کافی رکھا۔ امام سرخسی نے اس کی شرح املا کرائی جو انہوں نےایک کنوئیں میں قید ہونے کی حالت میں لکھوائی جو المبسوط کے نام سے تیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

دیگر کتب

کتب ظاہر الروایہ کے علاوہ امام ابویوسف اور امام محمد کی چند اور کتابیں بھی ہیں جنہیں فقہ حنفی میں بہت اہمیت حاصل ہے مثلاً :

ا۔ کتاب الآثار

اس نام سے ایک کتاب امام ابویوسف نے لکھی اور دوسری امام محمد نے۔ امام محمد کی تالیف کا بڑا ماخذ امام ابویوسف کی کتاب الآثار ہے۔ یہ دونوں کتابیں بوجوہ بہت اہمیت کی حامل ہیں :

ا۔ یہ تالیفات مسند ابی حنیفہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان سے ان روایات کا پتہ چلتا ہے جو مذہب حنفی کی بنیاد ہیں۔

۲۔ ان تالیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ صحابہ کے فتاوی کو کیوں کر قبول کرتے تھے اور مراسیل صحابہ کو کس طرح قابل احتجاج سمجھتے تھے۔

۳۔ ان تالیفات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبول روایت میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک کن شرائط کی پابندی لازمی تھی۔ حنفی مذہب کا مدار استدلال کیا تھا۔ استنباط علل کا طریقہ کیا تھا اور تفریحات کیسے نکالی گئیں۔

۴۔ یہ تالیفات فقہائے عراق کے فتاوی کا ایک نادر ذخیرہ بھی پیش کرتی ہیں۔ اس لئے اس کے مطالعے سے عہد اہل حنفیہ کا پورا علمی نقشہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے اور اس عہد میں مختلف فقہاء کے علمی مقام اور ان کے طریق استنباط مسائل سے آگاہی ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ امام ابویوسف کی کتاب الخراج، اختلاف اہل حنیفہ و ابن لیلی، الردعلی سیر الاوزاعی اور امام محمد کی الردعلی اھل المدینہ، مؤطا امام محمد مشہور ہیں۔

امام محمد کی کچھ تالیفات ایسی بھی ہیں جنہیں کتب نوادر کہا جاتا ہے ان میں کیسانیات، جرجانیات، بارونیات، امالی امام محمد اور نوادر ابن رستم شامل ہیں۔

فقہ حنفی کی مقبولیت

اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے علم و تفقہ، اثر و رسوخ اور تدوین فقہ کی وجہ سے عباسی خلیفہ ابو جعفر المصور نے آپ کو آخری حد تک مجبور کیا کہ آپ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کر لیں۔ اس پیشکش سے امام صاحب ایسے زیرک ودانا آدمی کے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ جس کام کا آپ نے آغاز کیا تھا اور جس مقصد کے حصول کے لئے آپ نے ہر طرح کی سختیاں برداشت کی تھیں اب اس کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے اور حکومت کو بھی احساس ہو گیا ہے کہ اب ایک ایسے منظم عدالتی نظام کی ضرورت ہے جو مسلمانوں کو جان و مال کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کی طرف صرف امام ابو حنیفہ نے توجہ کی تھی کہ آپ نے ایک طرف مجموعہ قوانین مدون کر دیا اور دوسری طرف

عدالتی نظام چلانے کے لئے افراد کی تربیت کر کے انہیں ملکی نظام چلانے کے لئے تیار کر دیا تھا۔

امام ابو حنیفہ نے سختیاں برداشت کر لیں لیکن انتہائی اصرار کے باوجود خود کوئی منصب قبول نہیں کیا مبادا کوئی یہ کہے کہ ساری جدوجہد اسلامی نظام عدل کی بالاتری کے بجائے ذاتی اقتدار کے حصول کی خاطر تھی۔ خدانخواستہ امام اگر مصائب سے گھبرا کر یا کسی سبب سے عہدہ قضا قبول کر لیتے تو فقہ حنفی کو جو اعتماد و اعتبار بعد کے دور میں حاصل ہوا وہ نہ ہو پاتا۔

امام ابو حنیفہ نے حالات کا نہ صرف گہری نظر سے مطالعہ کر کے بلکہ خود بیچ منجدھار حالات کے تھپیڑے کھا کر ثابت قدم رہتے ہوئے یہ بھانپ لیا تھا کہ وقت آگیا ہے کہ حکومت نظام عدل و قضا ان کی فقہ اور ان کے تلامذہ کے سپرد کر دے۔

امام نے فیصلہ کیا کہ مستقبل کی عدلیہ کو اکٹھا کر کے انہیں رہنما اصول دے دیئے جائیں چنانچہ آپ نے اطراف و اکناف سے اپنے شاگردوں کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ معجم المصنفین کے الفاظ ہیں:

> "امام ابو حنیفہ کوفہ کی جامع مسجد کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کے اردگرد ایک ہزار شاگردوں کا اجتماع تھا جن میں سے چالیس آدمی ایسے تھے جو اجتہاد کے مرتبے تک پہنچ چکے تھے پس امام نے ان کو اپنے قریب ہونے کا حکم دیا اور بلند آواز سے ان سے خطاب کیا۔"
>
> امام صاحب نے فرمایا:
>
> "تم لوگ میرے دل کی مسرتوں کا سرمایہ ہو اور میرے غم و اندوہ کے ازالہ کی ضمانت۔ میں تم لوگوں کے لئے فقہ کی

زین کس کر تیار کر چکا ہوں، تمہارے لئے اس کے منہ پر
لگام بھی چڑھا چکا ہوں۔ اب تم جس وقت چاہو، اس پر سوار ہو
سکتے ہو۔ میں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے ہیں کہ لوگ
تمہارے نقش قدم کی جستجو کریں گے ۔ لوگ تمہارے ایک
ایک لفظ کی تلاش کریں گے۔ میں نے تمہارے لئے گردنوں
کو جھکا دیا ہے۔"

پھر ان خاص چالیس حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"اب وقت آ گیا ہے کہ آپ لوگ میری مدد کریں۔ آپ
میں سے ہر فرد عہدہ قضا کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی صلاحیت
رکھتا ہے اور دس حضرات تو ایسے ہیں کہ صرف قاضی ہی
نہیں بلکہ قضاۃ کی تربیت اور ٹریننگ کا کام کر سکتے ہیں۔"

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر اور جس علم کے
آپ حاملین ہیں اس کی عظمت و جلالت کا احساس دلاتے
ہوئے یہ کہتا ہوں کہ اس علم کو محکومی کی ذلت سے بچائے
رکھنا، تم میں سے اگر کوئی قضا کا عہدہ قبول کرنے پر مجبور ہو
تو یاد رکھیں کہ اپنے فیصلوں میں اگر کسی کمزوری کا ارتکاب
کریں گے، خواہ وہ خلق خدا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو، ایسے
قاضی کا فیصلہ جائز نہیں ہو گا۔ اس کی ملازمت حلال ہو گی نہ
اس کی تنخواہ پاک قرار پائے گی۔"

قضا کا عہدہ اسی وقت صحیح اور درست رہتا ہے جب تک قاضی کا ظاہر و
باطن ایک ہو۔ اسی قضا کی تنخواہ حلال ہے۔

اگر تم میں سے کسی کو قضا کی ذمہ داری قبول کرنا

پڑی تو میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ مخلوق خدا کے اور اپنے درمیان کوئی رکاوٹ، چوکیدار، حاجب، دربان حائل نہ ہونے دے۔ پانچوں وقت کی نماز شہر کی جامع مسجد میں ادا کرے۔ ہر نماز کے وقت اعلان کرائے کہ کسی شخص نے کوئی ضرورت پیش کرنی ہو تو پیش کرے۔ عشاء کی نماز کے بعد خصوصیت سے تین بار بلند آواز سے اس اعلان کا اعادہ کرائے اور اس کے بعد گھر جائے۔

اگر بیماری وغیرہ کے باعث قضا کا کام نہ کر سکا ہو تو اتنے دن کا حساب کر کے تنخواہ کٹوا دے۔

اگر مسلمان کا امیر مخلوق خدا میں سے کسی کے ساتھ زیادتی کرے تو امیر سے قریب ترین قاضی کا فرض ہو گا کہ اس سے بازپرس کرے۔" (۲۲)

امام ابو حنیفہ کے اس خطاب کے ایک ایک لفظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آپ کا اس دور کا خطاب ہے جب آپ تدوین فقہ اور تربیت تلامذہ کا کام مکمل کر چکے تھے اور آپ دیکھ رہے تھے کہ حکومت وقت کے پاس اب کوئی چارہ کار نہیں کہ اس مجموعہ قوانین کو اس جماعت کے ذریعے نافذ کرنے کا اہتمام کرے جو آپ نے تیار کر دی ہے۔

البتہ اس ساری صورت حال سے یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ فقہ حنفی کی ترویج کی راہ میں ساری رکاوٹیں دور ہو گئی تھیں اور یک بیک آپ کی فقہ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی۔ فقہ حنفی کا نفاذ مطلق العنان بادشاہوں کے لئے پیام اجل تھا۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ورنہ یہ بتایا جاتا کہ کس طرح مستبد حکمران قرآنی آیات سے استدلال کر کے حکومت مخالف افراد کو تہ تیغ کروا دیتے

تھے اور کیسے فقہ حنفی نے ان آیات کے محمل متعین کر کے حکمرانوں کے ظلم کے دروازے بند کر دیئے۔ (۲۳)

ابو جعفر المنصور نے امام ابو حنیفہ کے مقابلہ کے لئے پہلے امام مالک کی فقہ کو مدون کروا کر رائج کرانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ حج کے سلسلے میں مدینہ منورہ پہنچا اور پہلے امام مالک سے اس کے گورنر جعفر بن سلیمان نے جو زیادتی کی تھی اس کی معذرت کی۔ پھر جتنے دن مدینہ میں رہا امام مالک سے روابط بڑھانے کے لئے کوشاں رہا۔ ان سے مسائل دریافت کرتا اور جواب ملنے پر کہتا، بخدا آپ خلق خدا میں سب سے زیادہ دانا اور سب سے بڑے عالم ہیں۔ حضرت امام اس پر تواضع کا اظہار فرماتے۔ آخر ایک روز وہ حرف مدعا زبان پر لے آیا اور کہنے لگا:

"اگر میں زندہ رہا تو آپ کے اجتہادات کو مدون کراؤں گا اور اپنے تمام صوبوں میں ان کی نقول بھیج کر حکم دوں گا کہ لوگ اسی کے مطابق عمل کریں۔" (۲۴)

لیکن امام مالک ایسا نیک نفس عالم، مہبط وحی کا باسی اور دربار نبوی کا حاضر باش اس دام تزویر میں کب آتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا:

"امیرالمومنین، آپ ہرگز ایسا نہ کیجئے۔ دیکھئے مسلمانوں کے پاس پہلے سے علماء کے اقوال پہنچ چکے ہیں۔ وہ احادیث سن چکے ہیں اور روایتیں بیان ہو چکیں ہیں۔ لوگوں کے پاس جو احادیث پہلے پہنچ چکیں ہیں لوگ ان پر عمل پیرا ہو چکے ہیں اور اسی کو اپنا دین بنا چکے ہیں، پس جس علاقے کے باشندے جو باتیں اختیار کر چکے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے۔" (۲۵)

المنصور کی یہ کوشش کہ امام ابو حنیفہ کی فقہ کے مقابلے میں امام دارالہجرۃ

مالک کی فقہ کو رائج کر کے امام ابو حنیفہ کا اثر و رسوخ کم کیا جائے امام مالک کے جواب کے بعد دم توڑ گئی لیکن بعد کے دور کے عباسی خلفاء بھی مسلسل اسی کوشش میں رہے۔ المصور کا جانشین مہدی مدینہ منورہ آیا تو اس نے امام مالک کی خدمت میں دو ہزار اشرفیاں ہدیۃً بھیجیں۔ امام نے اشرفیاں لے لیں۔ چند روز بعد مہدی کا فرستادہ ربیع حضرت امام کے پاس حاضر ہوا اور یہ پیغام پہنچایا کہا کہ میرالمومنین کی خواہش ہے کہ آپ ان کے ساتھ بغداد تشریف لے چلیں۔ امام نے جواب دیا: اشرفیاں ابھی تک اُسی طرح رکھی ہوئی ہیں۔ پھر آپ نے ربیع کو یہ حدیث نبویؐ سنائی کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مدینہ والوں کے لئے مدینہ ہی بہتر ہے۔ کاش لوگ اس کو جانتے" (۲۶)

المصور نے امام مالک سے مایوس ہو کر سفیان ثوری کے دروازے پر دستک دی لیکن وہ حکومت کے کارندوں کو جل دے کر غائب ہو جاتے اور حکومت ان کی تلاش میں سرگرداں رہتی۔ ایک مرتبہ مہدی کے دور میں پکڑے گئے۔ گرفتار کر کے دربار خلافت میں حاضر کیے گئے۔ خلیفہ نے قضا کا پروانہ تقرر دے کر روانہ کیا، لیکن دربار خلافت سے نکلتے ہی پروانہ دجلہ کی لہروں کی نذر کیا اور خود پھر روپوش ہو گئے۔

ہارون رشید نے سفر حج کے دوران ایک بار پھر امام مالک کی فقہ رائج کرنے کا ارادہ کیا لیکن امام مالک نے اس سے تعاون کرنے سے معذرت کر لی۔ امام مالک کو بغداد لانے سے مایوس ہو کر واپسی پر مکہ معظمہ پہنچا۔ اس دور میں مکہ کی علمی سیادت و قیادت سفیان بن عیینہ کے پاس تھی۔ ملاقات کے بعد ہارون نے حکم دیا کہ جو کتابیں انہوں نے لکھی ہیں میرے ساتھ کر دیں۔ ابن عیینہ نے سارا دفتر ہارون کے سٹاف کے حوالے کر دیا۔ عراق پہنچ کر جب ہارون نے اس ذخیرے کی

جانچ کروائی تو بہت مایوس ہوا۔ بڑے افسوس سے کہنے لگا :

"سفیان پر خدا رحم کرے، ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ تو ہوئے مگر ان کا علم ہماری ضرورت پوری نہیں کرتا" (۲۷)

واقعہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کا علم حکومتی ضرورت پوری کرنے کی حالت میں نہیں تھا۔ ابھی تک نہ تو امام مالک کا علم مدون ہوا تھا جو بعد میں ان کے ایک شاگرد اسد بن فرات نے امام محمد کی مسلسل کئی سال شاگردی اختیار کر کے اس طرح مدون کیا کہ سوالات حنفی کتب سے لئے اور جوابات فقہ مالکی سے اور یوں فقہ مالکی کی تدوین عمل میں آئی۔ جہاں تک ابن عیینہ کی معلومات کا تعلق ہے تو وہ محض ان کا غیر مرتب علمی ذخیرہ تھا۔

عباسی خلفاء نے مسلسل بیس سال اس کوشش میں صرف کر دیئے کہ انہیں اپنی ملکی ضرورت پورا کرنے کے لئے حنفی فقہ کے علاوہ کہیں اور سے معاونت مل جائے۔ لیکن آخرکار ہارون رشید کو ہر طرف سے مایوس ہو کر یہ تاریخی فیصلہ کرنے پر مجبور ہونا پڑا کہ قضا کا صیغہ امام ابو حنیفہ کے ان شاگردوں کے سپرد کر دیا جائے جو انہوں نے اسی کام کے لئے پہلے سے تیار کر دیئے تھے۔ مقریزی لکھتے ہیں :

"جب ہارون رشید نے خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو اس نے ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم کو قاضی مقرر کیا جو امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ یہ ۱۷۰ ہجری کے بعد کا واقعہ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عراق، خراسان، شام اور مصر میں امام ابو یوسف کی رائے سے ہی قضاۃ کا تقرر ہوتا تھا۔ (۲۸)

عدلیہ اور حکومت پر امام ابو حنیفہ کے انقلاب کا اثر

اوپر ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ عدلیہ اور حکومت پر کھلم کھلا تنقید کیا کرتے تھے۔ حکومت کو اس کے ظالمانہ اقدامات پر ٹوکتے اور عدلیہ پر اس کے غلط فیصلوں پر کے سبب تنقید کرتے۔ ان دونوں اداروں نے امام ابو حنیفہ کو اذیت پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی لیکن یحییٰ بن آدم کہتے ہیں :

"کوفہ فقہ سے معمور تھا، اس شہر میں فقہاء کی کثرت تھی مثلاً ابن شبرمہ، ابن ابی لیلی، حسن بن صباح، شریک اور انہی جیسے لوگ لیکن ابو حنیفہ کے اقوال کے سامنے سب کا بازار سرد پڑ گیا تھا۔" (۲۹)

ایک دوسرے محدث عثمان بن عفان اپنے والد کی چشم دیدہ شہادت نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"عراق کا ہمارے زمانے میں یہ حال تھا کہ لوگ مسائل میں ایک دوسرے سے جھگڑتے رہتے اور باتیں کرتے رہتے تھے۔ جہاں ابو حنیفہ کی رائے کا ذکر کیا گیا تو اس کے سوا اور کسی دوسری رائے کو قطعی فیصلہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لوگ امام ابو حنیفہ سے اختلاف کرنے میں ڈرنے لگے۔ ان کے قلوب ابو حنیفہ کے قول کے سوا اور کسی بات سے مطمئن ہی نہیں ہوتے تھے۔"(۳۰)

امام ابو حنیفہ کے مشہور تلمیذ اور طبقہ صوفیاء کے سیدالطائفہ داؤد طائی امام ابو حنیفہ کی کوششوں کی روداد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"گو بعض لوگوں مثلاً ابن ابی لیلی، ثوری، شریک وغیرہ نے

کچھ دن امام کا مقابلہ کیا، وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح امام کو
زک پہنچائیں لیکن حالات ایسے تھے کہ امام کا مقام روزبروز بلند
سے بلند تر ہوتا چلا گیا، تلامذہ کا حلقہ وسیع ہو گیا، کوفہ کی
جامع مسجد میں سب سے بڑا حلقہ آخر میں آپ کا ہی ہو گیا۔
لوگوں کا رخ آپ کی طرف پھر گیا۔ بڑے بڑے امراء و
حکام آپ کی عزت کرنے لگے۔ مشکلات کے حل میں ہمیشہ
امام نے اپنے آپ کو آگے آگے رکھا۔ لوگ آپ کے مداح ہو
گئے آپ نے لولوگوں کے سامنے ایسا کام کر کے پیش کر دیا جو
اور کوئی نہ کر سکا۔ آپ کے وسیع علم اور تقدیر نے آپ کی مدد
کی کہ آپ کو بہت قوت حاصل ہو گئی۔"
(۱:۲۷۔۷۳)(۳۱)

حکومت کے ایوانوں میں آپ کی تحقیقات کو جو وقعت و پذیرائی حاصل
ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے حماد بن سلمہ کہتے ہیں:

"گو ابن شرمہ، ابن ابی لیلی، شریک اور سفیان وغیرہ امام
سے اختلاف کرتے رہے لیکن بالآخر امام ابوحنیفہ کی بات نے ہی
استحکام حاصل کیا اور امراء امام ابوحنیفہ کے محتاج ہو گئے،
خلفاء کے درباروں میں ان کا ذکر ہونے لگا۔" (۳۲)

امام ابوحنیفہ نے اپنے تلامذہ کی جس انداز سے تربیت کی تھی اس کا اندازہ
امام صاحب کی اس وصیت سے ہوتا ہے جو قاضی ابویوسف کے نام ہے جس میں
امام فرماتے ہیں:

"حکومت تمہارے سامنے جب کوئی خدمت پیش کرے
تو تم ہرگز اس کو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک اس کا

پورا اطمینان نہ ہو جائے کہ تمہارے علمی اجتہادات اور تمہارے فیصلوں پر وہ اتنا اعتماد کرتی ہے کہ ان کے بعد وہ کسی دوسری طرف اس باب میں توجہ نہ کرے گی"۔ (۳۴)

امام ابو حنیفہ کی وفات کے فوراً بعد ہی آپ کے شاگرد مختلف علاقوں میں عہدہ قضا پر متمکن ہونے شروع ہو گئے۔

امام ابو یوسف کو ابو جعفر المنصور کے جانشیں مہدی نے بغداد کے مشرقی حصے کا قاضی مقرر کیا، مہدی کے انتقال کے بعد ہادی نے بھی آپ کو بحال رکھا اور اس کے بعد ہارون رشید نے آپکو قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔

امام ابو حنیفہ کے ایک اور شاگرد عافیہ مہدی کے دور میں قاضی تھے۔ ان کی نیکی، تقویٰ، علم اور انصاف پژوہی کے واقعات سے تذکرے بھرے ہوئے ہیں۔

امام ابو حنیفہ کے ایک اور شاگرد حفص بن غیاث بغداد کی مشرقی جانب کے قاضی تھے۔ انہوں نے ہارون کی بیوی زبیدہ کے وکیل کو ایک مقدمے میں جیل بھیج دیا۔ زبیدہ کا جو مقام تھا اس کے سامنے ہارون بھی بے بس تھا۔ زبیدہ نے ہارون سے اس کی رہائی کا فرمان لکھوایا اور قاضی کو بھیج دیا۔ قاضی کو معلوم ہوا تو انہوں نے شاہی فرستادے کو عدالت میں کھڑا رکھا اور مقدمے کا فیصلہ کر کے عدالت کی مہر لگا کر بادشاہ کو کہلا بھیجا کہ آپ کا فرمان وصول کرنے سے پہلے میں فیصلہ کر چکا تھا۔

حنفی قاضی اس طرح کے طرز عمل سے ایک طرف اسلام کے نظام عدل سے عوام کو فیض یاب کر رہے تھے۔ دوسری طرف لوگوں میں عدالتی نظام کا اعتماد بحال ہو رہا تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جب عدالتیں حکمرانوں کے مظالم کے خلاف عوام کی دادرسی کریں اور حکمران عدالتی فیصلوں کو خوش دلی سے قبول کریں

تو حکمرانوں کا اپنا اقتدار مستحکم ہوتا ہے۔

جب قاضی ابو یوسف قاضی القضاۃ مقرر ہوئے تو انہوں نے بتدریج مطلق العنان حکومتوں کو قانون کے تابع کر دیا اور وہ حکمران جو معمولی باتوں پر بڑے بڑے عظمت کردار کی حامل شخصیات کو تہ تیغ کر دینے کی روایات کے حامل تھے رعیت کے معمولی افراد کے ساتھ عدالتی کٹہرے میں کھڑے نظر آتے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہارون رشید ایسا بادشاہ قاضی ابو یوسف کی عدالت میں ایک بوڑھے کسان کے دعویٰ کے جواب میں قسم کھا کر اپنی صداقت پیش کرنے پر مجبور ہے۔

قضاۃ نے مطلق العنان حکمرانوں کو کس طرح اللہ کے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے پر مجبور کر دیا تھا اس کی ایک جھلک قاضی ابو یوسف کی تالیف کتاب الخراج میں نظر آتی ہے۔ قاضی صاحب کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"امیر المومنین! اللہ نے آپ پر بھاری ذمہ داری ڈالی ہے جس کا اجر بھی بہت بڑا ہے لیکن اس کی سزا بھی تمام سزاؤں سے سخت اور بدتر ہے آپ کے سپرد اس امت کے معاملات کئے گئے ہیں۔ آپ ذمہ دار ٹھہرائے گئے ہیں کہ خدا کی بے شمار مخلوق کے حقوق کی بنیادوں کو مستحکم کریں۔ آپ ان کے امین ہیں۔ اس ذمہ داری کو آپ پر عائد کر کے خدا آپ کی آزمائش کر رہا ہے۔ جس تعمیر کی بنیاد خوف خدا پر نہیں رکھی گئی اس کے متعلق ڈرتے رہنا چاہئے کہ کس وقت قدرت اس کو اوندھے منہ گرا دیتی ہے قیامت کے روز وہی حکمران سب سے زیادہ خوش بخت ثابت ہو گا جس نے اپنی رعیت کو خوش حال رکھنے کی کوشش کی۔ دیکھئے آپ جادۂ مستقیم سے اگر ہٹے تو آپ کی رعیت بھی ہٹ جائے گی۔ جب دین و دنیا میں کش مکش کی صورت پیش آئے تو آپ دین کو ترجیح دیں کہ وہی باقی رہنے والی چیز ہے...... پس چاہئے کہ خدا سے آپ کی ملاقات ایسی حالت میں نہ ہو کہ آپ ان لوگوں کی راہ پر چلے ہوں جنہوں نے اس کے مقررہ حدود کی پرواہ نہ کی ہو۔ ہر شخص کو اپنے عمل کا

بدلہ ملے گا۔ دنیا میں اس کا کیا مقام تھا اس کی پرواہ نہیں کی جائے گی لوگوں کے متعلق آپ کو چاہئے کہ خدا کے قانون کے لحاظ سے سب برابر ہوں، خواہ آپ سے قریب ہوں یا آپ سے دور۔ ملامت کرنے والوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔(۳۵)

گویا اب وقت آ گیا تھا کہ ابوحنیفہ کے تربیت یافتہ افراد نے خلفاء اور امراء کی تربیت شروع کر دی تھی۔ حتیٰ کہ ہارون کے بیٹے مامون نے جب وہ خراسان کا والی ہونے کی حیثیت سے مرو میں مقیم تھا فقہ حنفی کی اعلیٰ پائے کی تعلیم حاصل کی تھی۔ موفق مکی کے بیان کردہ ایک واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اہل علم نے مامون کے دربار میں فقہ حنفی کے خلاف سنت ہونے کا مسئلہ اٹھایا اور کچھ مسائل کے بارے میں نشان دہی کی کہ یہ حدیث کے خلاف ہیں تو بجائے اس کے کہ مامونی دربار کے حنفی قاضی اس کا جواب دیتے خود مامون نے اماابو حنیفہ کے مذہب کے مستدلات کے طور پر احادیث پیش کیں جن سے مخالف جماعت کے لوگ ناواقف تھے۔ اور جب تمام مسائل کے بارے میں مامون بحث کر چکا تو اس نے اپنی بات کا اختتام ان الفاظ پر کیا:

> "اگر ہم حنفی فقہ کو کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کے خلاف پاتے تو ہرگز اس کو دستور العمل کے طور پر اختیار نہ کرتے۔"(۳۶)

قاضی ابویوسف کی وفات کے بعد ہارون رشید نے قاضی وھب کو قاضی القضاۃ مقرر کر دیا جو غیر حنفی قاضی تھے۔ ہارون نے محسوس کیا کہ اس کا یہ تجربہ کامیاب نہیں رہا۔ قاضی صاحب بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے احادیث وضع کرتے اور ہارون سے ڈانٹ سنتے۔ ہارون کے مزاج کو دیکھتے ہوئے فتویٰ دیتے چنانچہ ایک موقع پر ان کے اور امام محمد کے درمیان جو اس وقت رقہ کے قاضی تھے، جھڑپ

بھی ہو گئی کہ قاضی وھب نے بادشاہ کی خواہش کے مطابق فتویٰ دیاجب کہ امام محمد نے اسلامی قانون کے تقاضے کے مطابق۔ ہارون وقتی طور پر امام محمد سے ناخوش ہوا لیکن اس نے انہیں کے فتوے پر عمل کیا اور بعد میں ان کے علم، تقویٰ اور حق پژوہی کی وجہ سے انہیں قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔

امام ابو حنیفہ نے عدالتی نظام چلانے کے لئے جو افراد تیار کئے تھے بہت جلد ان لوگوں نے ملک بھر میں عدالتی کام سنبھال لیا۔ معجم المصنفین نے جہاں امام ابو حنیفہ کے تلامذہ کی فہرست دی ہے اور اجمالی حالات بیان کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً پچاس آدمی ایسی تھے جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد عباسی حکومت میں مختلف علاقوں میں قضا کی خدمت انجام دی۔ درحقیقت یہ فہرست بھی صحاح کے رواۃ سے متعلق اسماء الرجال کی کتب کی مدد سے تیار کی گئی ہے ورنہ حقیقی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہو گی۔ مولانا گیلانی نے اس سلسلے میں قاضی توبہ بن سعد مروزی کی مثال پیش کی ہے کہ ان کا تذکرہ کتب رجال میں کہیں نہیں ملتا لیکن امام ابو حنیفہ کے تذکرہ نگاروں نے انہیں قاضیوں میں شمار کیا ہے۔ (۳۷)

قاضی توبہ امام کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے جن کے بارےمیں موفق نے نصر بن زیاد کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں امام مالک کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ قاضیوں کا ذکر چھڑ گیا، کسی نے قاضی توبہ بن سعد کا نام لیا تو امام مالک نے اس پر فرمایا:

''کاش ہم میں اس جیسا کوئی ایک ہی آدمی ہوتا۔''(۳۸)

عباسیوں نے تقریباً پانچ سو سال حکومت کی۔ اس طویل مدت میں ان کے قاضیوں بالخصوص قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہونے والوں میں بالعموم حنفی فقہاء ہی تھے۔ بلکہ آل ابن ابی الشوارب اور آل دامغانی دو ایسے حنفی خاندان تھے کہ

پشت ہا پشت تک قضاۃ انہی خاندانوں سے پیدا ہوتے رہے۔ آل دامغانی کے بیسیوں قاضیوں کے نام عباسیوں کے قاضی القضاۃ کی فہرست میں نظر آتے ہیں اور ابن ابی الشوارب کے صاحبزادے عبدالملک نے ایک مرتبہ بصرہ میں اپنے پرانے محل کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اس گھر سے ستر آدمی ایسے نکلے ہیں جو امام ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق قضا کا کام کرتے تھے۔" (۳۹)

قضا کا عہدہ اس طرح احناف کے ساتھ مختص ہو گیا تھا کہ خلیفہ مقتدر باللہ (۲۹۵ـ ۳۲۰ھ / ۹۰۸ـ ۹۳۲ء) نے شافعی عالم ابو علی بن خیران کے سامنے بغداد کی قضا پیش کی تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے معذرت کر لی کہ:

"قضا کا عہدہ ہم لوگوں میں کبھی نہیں رہا۔ یہ تو امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں رہا ہے۔" (۴۰)

۳۹۳ھ / ۱۰۰۳ء میں مشہور شافعی عالم ابو حامد الاسفرائینی کی کوشش سے خلیفہ قادر باللہ نے حنفی قاضی ابو محمد بن الاکفانی کی جگہ ایک شافعی عالم احمد بن محمد مارزی کا قاضی القضاۃ کے عہدے پر تقرر کر دیا۔ اس واقعہ کے نتیجے میں سارے ممالک محروسہ میں ایک اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور حالات یہاں تک سنگین ہو گئے کہ خلیفہ کو مارزی کو معزول کر کے ان کی جگہ الاکفانی کو مقرر کرنا پڑا اور ملک بھر میں شورش کو دبانے کے لئے جو سرکاری فرمان جاری ہوا مقریزی نے اسے من و عن محفوظ کیا ہے:

"خلافت کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین اپنے اسلاف کی روش کے مطابق حنفیوں کے ساتھ قضا کے سلسلے میں جو سلوک کیا جاتا تھا اسے جاری رکھیں گے اور آئندہ احناف کا ہی اس عہدے پر تقرر ہو گا۔ المارزی کو اسی بنیاد پر معزول کیا جاتا ہے اور جس کا حق ہے اسی کو واپس دلایا جاتا ہے جیسا کہ ہمیشہ سے

دستور چلا آ رہا ہے۔

اعلان کیا جاتا ہے کہ حکومت پہلے کی طرح آئندہ بھی احناف کے احترام واعزاز کا خیال رکھے گی" (۴۱)

عباسیہ کے تنزل کے ساتھ جن خاندانوں کو عروج ہوا اکثر حنفی تھے۔ سلجوقی خاندان جن کی ریاست کا دائرہ کا شغر سے بیت المقدس اور قسطنطنیہ سے بلاد خزر تک تھا، حنفی تھا۔ محمود غزنوی خود فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس نے فقہ حنفی میں ایک عمدہ تصنیف بھی چھوڑی ہے۔ نورالدین زنگی دوسرے فقہی مذاہب کی عزت کرتا تھا لیکن بذات خود حنفی تھا۔ چرا کسہ مصر جنہوں نے نویں صدی کے آغاز سے ڈیڑھ سو سال تک مصر پر حکومت کی حنفی تھے۔ ترک سلاطین جو کم و بیش چھ سو سال بیشتر بلاد اسلامیہ کے فرماں روا رہے حنفی تھے۔ ہندوستان کے فرماں روا، خوانین اور آل تیمور اسی مذہب کے پابند رہے۔ (۴۲)

چونکہ حنفی فقہ کی تدوین و ارتقاء ہمیشہ تمدن کے ارتقاء سے وابستہ رہا اس لئے ہر دور میں متمدن حکومتوں نے بالعموم اسی کو اپنا دستور العمل بنایا۔

حواشی و تعلیقات

۱۔ القرآن، ۴۲ : ۴۸
۲۔ ایضاً، ۳ : ۱۵۹
۳۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ۱۴۔۱۵
۴۔ سخاوی، فتح المغیث، ۳۹۹۔ ۴۰۰، محمد حمید اللہ، امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، ۲۵۔۲۶
۵۔ موفق، ۲ : ۱۳۳
۶۔ ایضاً، ۲ : ۱۳۳
۷۔ خوارزمی، جامع المسانید، ۱: ۴ ۳۳، ۳۴
۸۔ موفق، ۱۲ : ۱۵۰
۹۔ ایضاً، ۱ : ۹۰
۱۰۔ ایضاً، ۱ : ۵۴
۱۱۔ کردری، ۲ : ۳۰
۱۲۔ ایضاً، ۲ : ۲۱۸
۱۳۔ موفق، ۲ : ۱۵۲
۱۴۔ ایضاً، ۱ : ۶۷ ۔ ۶۸
۱۵۔ کردری، ۱ : ۱۴۵
۱۶۔ موفق، ۱ : ۱۶۴
۱۷۔ ملا علی قاری، مناقب الامام الاعظم، ۴۷۳
۱۸۔ موفق، ۲ : ۶۸
۱۹۔ موفق، ۲ : ۱۲۷
۲۰۔ مناظر احسن گیلانی، امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی، ۲۳۳
۲۱۔ موفق، ۲ : ۱۲۷
۲۲۔ موفق، ۲ : ۱۰۰، معجم المصنفین، ۲ : ۵۵

۲۳۔ مثال کے طور سورہ المائدہ کی آیت حرابہ (۵ : ۳۳) کو حنفی فقہاء نے بغاوت کے بجائے ڈاکہ زنی سے مختص کیا ہے۔

۲۴۔ معجم المصنفین ، ۲ : ۲۲۶

۲۵۔ شعرانی ، المیزان الکبری ، اردو ترجمہ ۱ : ۱۳۱

۲۶۔ معجم المصنفین ، ۲ : ۲۲۶

۲۷۔ طاش کبری زادہ ، مفتاح السعادہ ، ۲ : ۸۸

۲۸۔ مقریزی ، ۴ : ۱۸۱

۲۹۔ موفق ، ۲ : ۲۱

۳۰۔ ایضاً ، ۲ : ۱۳۷

۳۱۔ موفق ، ۱ : ۷۲ ۔ ۷۳

۳۲۔ موفق ، ۲ : ۷۱

۳۳۔ ایضاً ، ۲ : ۴۱

۳۴۔ ایضاً ، ۲ : ۱۱۳

۳۵۔ ابو یوسف ، کتاب الخراج ، مقدمہ

۳۶۔ موفق ، ۲ : ۵۶

۳۷۔ مناظر احسن گیلانی ، امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی ، ۴۲۰

۳۸۔ موفق ، ۲ : ۱۲۶

۳۹۔ الجواہر المضیۃ ، ۲۶۲

۴۰۔ موفق ، ۲ : ۲۸۰

۴۱۔ مقریزی ، ۴ : ۱۸۱

۴۲۔ شبلی نعمانی ، سیرۃ النعمان ، ۲۶۲ ۔ ۲۶۳

باب : ٦

مجلس تدوین فقہ کے ارکان

مجلس تدوین فقہ کے ارکان :

امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کے ارکان کی تعداد بالعموم چالیس بتائی جاتی ہے لیکن مختف مراجع میں ایسی مکمل فہرست دست یاب نہیں تھی جس کی بنا پر صحت تعین سے یہ بتایا جا سکے کہ امام صاحب کے کون کون سے تلامذہ اس مجلس کے ارکان تھے - حال ہی میں ڈاکٹر محمد میاں صدیقی نے مختلف قدیم کتب کے تفحص سے ان چالیس ناموں کی فہرست تیار کی ہے جنہیں امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کا رکن ہونے کا شرف حاصل ہے - مفتی عزیز الرحمٰن کی تالیف امام اعظم ابو حنیفہ (مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء) میں بھی امانی الاحبار اور الجواہر المضیہ کے حوالے سے یہ فہرست مذکور ہے - ان حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

۱	امام ابو یوسف	م : ۱۸۲ھ
۲-	امام محمد بن حسن شیبانی	م : ۱۸۹ھ
۳-	امام حسن بن زیاد	م : ۲۰۴ھ
۴-	امام زفر بن ہذیل	م : ۱۵۸ھ
۵-	امام مالک بن مغول	م : ۱۵۹ھ
۶-	امام داود طائی	م : ۱۶۰ھ
۷-	امام مندل بن علی	م : ۱۶۸ھ
۸-	امام نصر بن عبدالکریم	م : ۱۶۹ھ

۹- امام عمرو بن میمون م: ۱۷۱ھ

۱۰- امام حبان بن علی م: ۱۷۲ھ

۱۱- امام ابو عصمہ م: ۱۷۳ھ

۱۲- امام زہیر بن معاویہ م: ۱۷۳ھ

۱۳- امام قاسم بن معن م: ۱۷۵ھ

۱۴- امام حماد بن ابی حنیفہ م: ۱۷۶ھ

۱۵- امام ہیاج بن بسطام م: ۱۷۷ھ

۱۶- امام شریک بن عبداللہ م: ۱۷۸ھ

۱۷- امام عافیۃ بن یزید م: ۱۸۱ھ

۱۸- امام عبداللہ بن مبارک م: ۱۸۱ھ

۱۹- امام نوح بن دراج م: ۱۸۲ھ

۲۰- امام ہشیم بن بشیر سلمی م: ۱۸۳ھ

۲۱- امام ابو سعید یحیی بن زکریا م: ۱۸۴ھ

۲۲- امام فضیل بن عیاض م: ۱۸۷ھ

۲۳- امام اسد بن عمرو م: ۱۸۸ھ

۲۴- امام علی بن مسہر م: ۱۸۹ھ

۲۵- امام یوسف بن خالد م: ۱۸۹ھ

۲۶- امام عبداللہ بن ادریس م: ۱۹۲ھ

۲۷- امام فضل بن موسیٰ م: ۱۹۲ھ

۲۸- امام علی بن ظبیان م: ۱۹۲ھ

۲۹- امام حفص بن غیاث م: ۱۹۴ھ

۳۰- امام وکیع بن الجراح م: ۱۹۷ھ

۳۱- امام یحییٰ بن سعید القطان م: ۱۹۸ھ

۳۲- امام شعیب بن اسحاق م: ۱۹۸ھ

۳۳- امام ابو حفص بن عبدالرحمٰن م: ۱۹۹ھ

۳۴- امام ابو مطیع بلخی م: ۱۹۹ھ

۳۵- امام خالد بن سلیمان م: ۱۹۹ھ

۳۶- امام عبدالحمید م: ۲۰۳ھ

۳۷- امام ابو عاصم النبیل م: ۲۱۲ھ

۳۸- امام مکی بن ابراہیم م: ۲۱۵ھ

۳۹- امام حماد بن دلیل م: ۲۱۵ھ

۴۰- امام ہشام بن یوسف م: ۱۹۷ھ

اس فہرست سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ تدوین فقہ کے پورے دور میں جو کم و بیش چودہ سال پر پھیلا ہوا ہے مذکورہ بالا تمام حضرات مسلسل تمام

اجلاسوں میں حاضر ہوتے تھے ، غالبا ان کی تعداد میں مختلف اوقات میں کمی بیش
ہوتی رہتی تھی اور بسا اوقات کچھ اپنی نجی مصروفیات کی بنا پر بعض اجلاسوں میں
شریک نہیں ہو سکتے تھے البتہ جو اہم ارکان تھے ان کی رائے حاصل کی جاتی تھ
جیسے کہ الجواہر المضیہ نے عافیہ بن یزید کے تذکرے میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ
کے اصحاب کسی مسئلہ میں بحث کرتے ہوتے اور عافیہ موجود نہ ہوتے تو امام صاحب
فرماتے کہ عافیہ کو آلینے دو - جب وہ آ جاتے تو اگر وہ اس مسئلہ سے اتفاق کرتے
اسے تحریر کر لیا جاتا[1] - اسی طرح مشہور محدث وکیع بن الجراح جو اس مجلس کے
رکن تھے ، ۱۲۹ھ میں پیدا ہوئے گویا جس زمانے میں مجلس نے باقاعدہ اپنے کام
آغاز کیا ان کی عمر چھ ، سات سال تھی ، یقیناً وہ بعد کے دور میں مجلس میں شریک
ہوئے ہوں گے -

اس مجلس کے علاوہ تذکرہ نگاروں نے دو اور مجالس کا ذکر کیا ہے -

۱-امام ابو حنیفہ کی مجلس چہارگانہ :

کردری نے فقہ حنفی کے حفاظ کے عنوان سے امام ابو حنیفہ کے چ
شاگردوں کا ذکر کیا ہے : زفر بن ہذیل ، یعقوب بن ابراہیم ، اسد بن علی اور علی
مسہر[۲] -

حسن بن حماد کہتے ہیں کہ چار آدمی فقہ کے اس طرح حافظ تھے جیسے
قرآن کے حافظ ہوتے ہیں - ڈاکٹر حمیداللہ نے انہیں مجلس چہارگانہ کے ارکان قر
دیتے ہوئے صیمری کے حوالے سے اسے امام ابو حنیفہ کی خاص الخاص مجلس
ہے[۳]-

تدوین کتب فقہ کی گیارہ رکنی مجلس :

کردری نے محمد بن وہب کے تذکرے میں ایک اور مجلس کا ذکر کیا جو گیارہ افراد پر مشتمل تھی - محمد بن وہب جو پہلے اہل حدیث تھے بعض پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے - امام صاحب نے احادیث اور قیاس کی روشنی میں جب ان مسائل کا حل بتایا تو وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ اہل حدیث کا حلقہ چھوڑ کر امام ابو حنیفہ کے حلقہ تدوین فقہ میں شامل ہوگئے - امام صاحب کے جن تلامذہ نے ان کی کتب فقہ مدون کی ہیں ان میں محمد بن وہب گیارہویں فرد ہیں[۴] - دوسرے افراد کون سے تھے ؟ مختلف مآخذ سے جو نام سامنے آتے ہیں ان میں یحیی بن ابی زائدہ ، حفص بن غیاث ، قاضی ابو یوسف ، داود الطائی ، حبان اور مندل علم حدیث و آثار کے ماہر ، امام زفر رائے ، قیاس ، قوت استدلال و استنباط اور علم درایت کے شناور ، قاسم بن معن اور امام محمد ادب و عربیت میں مشہور تھے[۵] -

ارکان مجلس کے سوانحی خاکے :

اوپر ہم نے مجلس تدوین فقہ کے ارکان کی فہرست دی ہے - اب ہم ان شخصیات کے مختصر حالات قلم بند کرنا چاہتے ہیں جو امام صاحب کے ساتھ تدوین فقہ میں شریک تھے - ان میں سے بعض شخصیات اس پائے کی ہیں کہ ان کی مستقل ضخیم سوانح لکھی جا سکتی ہیں لیکن ہم مختصر حالات پر ہی اکتفا کریں گے - آغاز امام صاحب کے چار نامی گرامی تلامذہ سے کیا گیا ہے اس کے بعد سن وفات کی ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے - اس ترتیب کا ان کے علمی مقام اور مرتبے سے تعلق نہیں ہے -

۱-امام ابو یوسف :

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری کوفہ میں ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے - آپ عربی النسل تھے ا آپ کو بچپن سے لکھنے پڑھنے اور علماء کے حلقوں میں بیٹھنے کا شوق تھا لیکن گھریلو حالات اس کی اجازت نہیں دیتے تھے - ایک دن ان کے والد انہیں ابو حنیفہ کے درس سے اٹھا لائے ، گھر آکر سمجھایا کہ بیٹا، ابو حنیفہ کو اللہ نے معاش کی طرف سے مطمئن کیا ہوا ہے ، ہم کمائیں گے تو کھائیں گے - آپ نے مجبورا پڑھنا لکھنا چھوڑ دیا - امام صاحب کو پتہ چلا تو آپ انہیں جا کر گھر سے لے آئے اور مستقل وظیفہ باندھ دیا تاکہ مالی پریشانی نہ ہو - یہ سلسلہ امام ابو یوسف کی تکمیل علم تک جاری رہا -

امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کے علاوہ اعمش ، ہشام ، سلیمان تیمی ، ابو اسحاق شیبانی ، یحیی بن سعید الانصاری سے حدیث میں، محمد بن اسحاق سے مغازی میں اور ابن ابی لیلی سے فقہ میں استفادہ کیا -

فقہ میں ان کا پایہ اس قدر بلند تھا کہ امام ابو حنیفہ نے جن دو اصحاب کے بارے میں نشان دہی کی تھی کہ وہ قضاۃ کی تربیت کا کام کر سکتے ہیں ان میں ایک امام ابو یوسف تھے - آپ ایک دفعہ بیمار ہوگئے ، امام صاحب آپ کی عیادت کے لئے گئے ، واپس آئے تو ساتھیوں سے کہا :

> "اگر خدانخواستہ یہ شخص وفات پا گیا تو دنیا ایک بڑے عالم سے محروم ہو جائے گی "(٦)

امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد آپ نے قضا کا عہدہ قبول کر لیا - کردری نے آپ کا اپنا بیان درج کرتے ہوئے لکھا ہے :

"مہدی (۱۵۹-۱۶۹) نے مجھے بغداد کے مشرقی حصے کا قاضی مقرر کیا، پھر مہدی کا انتقال ہو گیا تو میں ہادی (۱۶۹-۱۷۰ھ) کی طرف سے قاضی رہا پھر رشید نے بھی مجھے قضا پر بحال رکھا"۔(۷)

بعد میں ہارون رشید نے آپ کو قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کر دیا تھا۔ یہ عہدہ اگرچہ اس سے قبل ابو جعفر منصور نے امام ابو حنیفہ کو پیش کیا تھا لیکن ان کے انکار کے بعد اس منصب پر کسی کو فائز نہیں کیا گیا۔ آخر بیس سال بعد امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف اسلامی تاریخ میں پہلے پہل اس منصب پر فائز ہوئے (۸)۔

شاخت کی یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی کہ اس زمانے میں قاضی القضاۃ ایک اعزازی لقب تھا جو پائے تخت کے قاضی کو دیا جاتا، کیوں کہ حافظ ابن عبدالبر کے حوالے سے قرشی نے لکھا ہے،

"مشرق سے مغرب تک قضاۃ کا تقرر قاضی ابو یوسف کے اختیار میں تھا" (۹)

خود قاضی ابو یوسف بھی یہی کہتے ہیں :

ہارون نے اپنے سارے ممالک محروسہ کا عہدہ قضا میرے سپرد کر دیا،(۱۰) بلکہ موفق کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ محکمہ عدلیہ کی وزارت کی ذمہ داری بھی آپ کے پاس تھی اس لئے آپ کو وزیر اور قاضی القضاۃ دونوں القاب سے یاد کیا جاتا تھا(۱۱)۔

ہارون کے اپنے بیان سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے - قاضی
یوسف کو جب یہ بہت بڑا اعزاز دیا گیا تو کچھ لوگوں نے خلیفہ سے شکایت کی تو ا
نے جواب دیا :

" میں نے جو کچھ کیا ہے ، پورے غور و فکر کے بعد کیا ہے -
کافی تجربات کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بخدا علم کے
جس باب میں بھی میں نے اس شخص کو آزمایا اس میں کامل اور
ماہر پایا - علمی امتیازات کے ساتھ ساتھ مذہب میں اس شخص
کا پایہ بہت بلند ہے - اس کا دین آلودگیوں سے پاک ہے اور
کوئی آدمی ابو یوسف سا ہو تو پیش کرو "(۱۲)

منصب قضا پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کو فقہ حنفی کو عملی طور
برتنے کا موقع ملا، جس کی وجہ سے حنفی فقہ محض نظری مفروضات کا مجموعہ نہیں
رہی بلکہ اس وقت کی سب سے متمدن اسلامی ریاست کے طول و عرض میں نا
قانون کی حیثیت حاصل کر لینے کے باعث اس میں مسلسل تہذیب و ارتقا کا عم
جاری رہا، اور وہ جمود کی خرابی سے محفوظ ہوگئی -

امام ابو یوسف حافظ حدیث تھے ، اس لئے آپ نے اپنی تالیفات ا
فیصلوں کے ذریعے اہل الرائے اور اہل حدیث کے درمیان واقع خلیج کو پاٹنے
شعوری کوشش کی اور فقہ حنفی کو احادیث صحیحہ سے مبرھن کر کے اس اعتراض
جڑ سے اکھیڑ دیا کہ حنفی فقہ میں قیاس کو حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے -

امام ابو یوسف خلیفہ ہارون رشید کے مزاج میں بہت دخیل ہو گئے
اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ نے عباسی خلافت میں اصلاح کے لئے بہ

ابجھ اقدامات کئے - اگر ان کی وہ ای سے زائد تالیفات جن کی الندیم نے فہرست
دی ہے ، دست برد زمانہ سے محفوظ رہ جاتیں تو ان کی اصلاحی کوششوں پر زیادہ
روشنی پڑ سکتی لیکن ان کی اہم ترین تالیف کتاب الخراج کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا
ہے کہ انھوں نے اپنے تعلق کو بادشاہ کی اصلاح ، خلق خدا کی فلاح اور حکام و امراء
کی تربیت کے لئے استعمال کیا ہے - کتاب الخراج میں وہ بادشاہ کو خطاب کرتے
ہوئے لکھتے ہیں :

> امیرالمومنین ! اگر تو اپنی رعایا کے انصاف کے لئے مہینہ میں
> ایک بار بھی دربار کرتا اور مظلوموں کی فریاد سنتا تو میں امید
> کرتا ہوں کہ تیرا دشمن ان لوگوں میں نہ ہوتا جو رعیت سے
> پردہ کرتے ہیں اور اگر تو دو ایک بار بھی کرتا تو یہ خبر تمام
> اطراف میں پھیل جاتی اور ظالم اپنے ظلم سے باز آ جاتے بلکہ
> اگر عمال و صوبہ داروں کو یہ خبر پہنچے کہ تو برس میں ایک دفعہ
> انصاف کے لئے بیٹھتا ہے تو ظالموں کو کبھی ظلم کی جرات نہ
> ہونے پائے (۱۳) -

قاضی ابو یوسف نے ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ / ۲۷-اپریل ۷۹۸ء جمعرات
کے دن ظہر کے وقت وفات پائی - محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ آخری وقت آپ کی
زبان پر یہ الفاظ تھے :

> " الہی! تو جانتا ہے کہ میں نے کوئی فیصلہ عمدا خلاف واقعہ نہیں
> کیا، میری ہمیشہ کوشش رہی کہ جو فیصلہ ہو تیری کتاب اور
> تیرے پیغمبر کے طریقہ کے موافق ہو ، جب کوئی مشکل مسئلہ
> آتا تھا تو میں امام ابو حنیفہ کو واسطہ بناتا تھا اور جہاں تک مجھے

معلوم ہے ابو حنیفہ تیرے احکام کو خوب سمجھتے تھے اور عمداً حق کے راستے سے باہر نہ جاتے تھے" (۱۴)

امام محمد بن حسن الشیبانی :

امام محمد بن الحسن الشیبانی کا اصلی وطن دمشق کے قریب ایک گاوں تھا، جس کو حرستا کہتے تھے - ان کے والد وہاں سے ترک سکونت کر کے واسط آگئے تھے- امام محمد وہیں ۱۳۵ھ / ۷۵۲ء میں پیدا ہوئے - ہوش سنبھالا تو تحصیل علم کے لئے کوفہ چلے گئے ، وہاں بڑے بڑے محدثین و فقہاء سے فیض حاصل کیا - مسعر بن کدام ، سفیان ثوری ، مالک بن دینار اور امام اوزاعی سے حدیث پڑھی - کم و بیش دو سال امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہ کر فقہ کی تعلیم حاصل کی - امام صاحب کی وفات کے بعد امام ابو یوسف سے تکمیل کی - فقہ حنفی میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا - بیس برس کی عمر میں مسند تدریس پر فائز ہوئے -

امام محمد قرآن حکیم کی فقہی تفسیر میں یکتا ہونے کے علاوہ عربی زبان و ادب ، نحو اور حساب میں بہت ماہر تھے - آپ کے تلامذہ میں امام شافعی ، ابو عبیدالقاسم بن سلام ، عیسیٰ بن لبان اور دوسرے بڑے بڑے اساطین امت شامل ہیں- امام شافعی جس قدر آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اتنی شاید کسی دوسرے فرد کی انھوں نے تعریف نہیں کی ہوگی - وہ کہتے ہیں ، امام محمد جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے - نیز فرماتے : میں نے آپ سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں دیکھا ، میں نے آپ سے ایک بار شتر (اونٹ کے وزن کے برابر) علم حاصل کیا - امام احمد بن حنبل سے جب پوچھا گیا کہ آپ

نے دقیق مسائل کا علم کہاں سے حاصل کیا، فرمایا، محمد بن الحسن کی کتابوں سے -

ہارون رشید نے بغداد کے بجائے رقہ کو اپنا مستقر بنا لیا تھا جو شام کی سرحد کے قریب تھا - رقم میں قاضی کے تقرر کے لئے اس کی نگاہ انتخاب امام محمد پر پڑی - ہر چند انھوں نے امام ابو یوسف کے توسط سے اس خدمت سے جان بچانے کی کوشش کی لیکن بالآخر آپ کو یہ خدمت قبول کرنا پڑی -

ہارون رشید عباسی دور کا بہت بڑا حکمران اور مطلق العنان خلیفہ تھا، لیکن عدلیہ پر امام ابو حنیفہ کے اثرات اور قضاۃ کی تربیت کا نتیجہ یہ تھا کہ حنفی قضاۃ اور فقہاء کسی قیمت پر آزادی، انصاف اور حق گوئی کا سر رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیتے -

ہارون رشید نے ایک بار یحیی علوی سے کیا ہوا معاہدہ صلح توڑنے کے لئے علماء اور قضاۃ سے استفتاء کیا - اس وقت قاضی القضاۃ کے منصب پر امام ابو یوسف کی وفات کے بعد ایک غیر حنفی قاضی ابوالبختری وہب بن وہب فائز تھا - ہر چند اس نے ہارون رشید کی خوشنودی کے لئے یہ فتوی دے دیا کہ معاہدہ توڑ دیا جائے لیکن امام محمد نے ایک ماتحت قاضی ہونے کے باوجود اس کی شدید مخالفت کی، نتیجۃ ہارون کو معاہدہ شکنی کا حوصلہ نہیں ہوا -

ایک اور موقع پر ہارون بنو تغلب سے وہ معاہدہ توڑنا چاہتا تھا جو حضرت عمر فاروقؓ نے ان سے کیا ہوا تھا اور اس کو توڑنے کے جواز امام محمد کے سامنے پیش کرتا رہا لیکن امام محمد نے معاہدہ توڑنے کے فیصلے پر صاد نہیں کیا اور ہارون کو خاموش ہونا پڑا -

ہارون امام محمد کے علمی مقام و مرتبے ، حق گوئی اور بے لاگ فیصلوں سے اس قدر متاثر ہوا کہ آخر اس نے امام محمد کو قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کر دیا لیکن امام محمد کی عمر نے وفا نہ کی اور چند ماہ بعد جب کہ وہ رے میں ہارون رشید کے ہمراہ ایک فوجی کیمپ میں تھے انتقال کر گئے ، وہیں ایک اور بڑے عالم جو نحو کے امام تھے کسائی کا بھی انتقال ہوا - ہارون رشید بڑے افسوس سے کہا کرتا تھا کہ :

میں نے رے کی سرزمین میں فقہ و لغت دونوں کو دفن کر دیا -

امام محمد کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے - آج فقہ حنفی کا دارومدار انہی کتابوں پر ہے - ان کتابوں پر ہم اوپر ایک مفصل نوٹ لکھ آئے ہیں، یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے - البتہ ان کتابوں کے علاوہ امام محمد کی حدیث میں کتاب موطا مشہور ہے اور درس نظامی میں شامل نصاب ہے - اس کے علاوہ آپ نے امام مالک کے رد میں کتاب الحج لکھی جس میں آپ نے بتایا کہ اہل مدینہ اس دعوے کے باوجود کہ وہ حدیث کے ہیرو ہیں متعدد مسائل میں صریح حدیث کی خلاف ورزی کا ارتکاب کر رہے ہیں -

امام محمد کی تالیفات کے مطالعے کے بعد ایک مسیحی عالم نے یہ کہہ کر اسلام قبول کر لیا کہ مسلمانوں کے چھوٹے محمد کے علم کا یہ حال ہے تو بڑے محمد (ﷺ) کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا[۱۵] -

۳- امام زفر بن ہذیل :

زفر بن ہذیل بن قیس بن سلیم ۱۱۰ھ / ۷۲۸ء میں پیدا ہوئے - نسلاً عرب تھے - شروع میں علم حدیث کی تحصیل سے شغل رہا - اسی وجہ سے صاحب الحدیث کہلاتے تھے - پھر فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور امام ابو حنیفہ کی شاگردی

اختیار کی - ہوا یوں کہ انھیں کسی فقہی مسئلے میں الجھن پیش آئی اس کے حل کے لئے آپ امام ابو حنیفہ کے پاس گئے ، امام صاحب نے جواب دیا تو انھوں نے دلیل پوچھی امام صاحب نے بتایا کہ فلاں حدیث کی رو سے اور فلاں قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے - پھر امام زفر نے اس جواب سے متعلق امام صاحب سے چند اور سوال کئے جن کے امام نے جواب دیئے - زفر اچانک ایک نئے باب علم کے وا ہو جانے پر حیرت و مسرت میں ڈوب گئے ، واپس جا کر اپنے ہم چشمک احباب سے اس مسئلہ پر گفتگو کی تو سبھی ان باریکیوں سے نابلد تھے - زفر نے سب کو اس علم سے روشناس کرایا جو وہ ابو حنیفہ سے لے کر آئے تھے اور خود مستقل طور پر امام کے حلقہ درس کے طالب علم ہو گئے -

آپ امام ابو حنیفہ کی مجلس کے ان دس ارکان میں سے تھے جنھوں نے امام کو کتب فقہ کی تدوین میں مدد دی - امام ابو حنیفہ آپ کا بہت احترام کرتے اور فرماتے کہ ہمارے اصحاب میں زفر سب سے زیادہ قیاس میں ماہر ہیں - امام زفر نے اپنی تقریب نکاح میں امام ابو حنیفہ کو مدعو کیا اور خطبہ دینے کو کہا تو امام صاحب نے خطبے میں زفر کا تعارف کراتے ہوئے کہا :

" یہ زفر ہیں ، مسلمانوں کے ائمہ میں سے ایک امام حسب ، نسب اور شرافت میں بلند پایہ "

یحییٰ بن معین جو فن جرح و تعدیل کے امام ہیں کہتے ہیں کہ زفر صاحب رائے ثقہ اور مامون ہیں -

امام ابو حنیفہ اپنے رفقاء میں درجہ بندی اور صلاحیت کے اعتبار سے امام ابو یوسف کے بعد زفر کو سب پر مقدم رکھتے تھے - احناف کی کتب فقہ میں ان کے اقوال بکثرت ملتے ہیں اور جہاں کہیں وہ اپنی رائے میں متفرد ہیں وہاں قیاس اور

درایت سے انہی کی رائے کی تائید ہوتی ہے لیکن وہ خود کہتے ہیں کہ حدیث کے ہوتے ہوئے ہم قیاس نہیں کرتے اور اگر قیاس سے کسی مسئلے کا استخراج کیا ہو تو اگر اس کے خلاف حدیث مل جائے تو ہم قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں -

داود طائی کہتے ہیں کہ ابو یوسف اور زفر میں فقہی مسائل میں بحث و مناظرہ ہوتا - زفر زیادہ زبان آور اور قوت استدلال سے لیس تھے اس لئے ابو یوسف گھبرا جاتے تو زفر کہتے اب کہاں بھاگ رہے ہو - یہ دروازے کھلے ہیں " جو رائے چاہو اختیار کر لو" -

یحیی بن اکثم کہتے ہیں کہ میں نے وکیع بن الجراح کو دیکھا کہ اخیر عمر میں وہ صبح امام زفر اور شام کو امام ابو یوسف کی مجلس میں جاتے تھے مگر پھر انھوں نے ابو یوسف کے پاس جانا چھوڑ دیا اور دونوں وقت زفر کے پاس جانا شروع کر دیا -

امام زفر امام ابو حنیفہ کے ان شاگردوں میں سے تھے جن کے بارے میں خود امام صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ دو آدمی (زفر اور ابو یوسف) ایسے ہیں کہ جو صرف قاضی ہی نہیں بن سکتے بلکہ قاضیوں اور مفتیوں کی تربیت بھی کر سکتے ہیں -

امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد حکومت نے امام زفر کو قاضی بنانے کی کوشش کی لیکن انھوں نے سرکاری ملازمت قبول کرنے سے انکار کر دیا - طاش کبری زادہ نے لکھا ہے :

> " زفر کو مجبور کیا گیا کہ قضا کی خدمت قبول کریں لیکن انھوں نے شدت سے انکار کر دیا اور روپوش ہو گئے - حکومت نے حکم دیا کہ ان کا مکان گرا دیا جائے جو گرا دیا گیا ، لیکن اس کے بعد بھی وہ مدت تک روپوش رہے - کچھ دن کے بعد ظاہر

ہوئے - اپنا مکان از سر نو درست کیا - حکومت نے دوبارہ
اصرار کیا لیکن کسی طرح راضی نہ ہوئے آخر مجبور ہو کر ان کا
پیچھا چھوڑ دیا گیا"

آخر عمر میں بصرہ منتقل ہوگئے اور وہیں ۱۵۸ ھ ۷۷۴ء میں وفات پائی ،
اصحاب ابو حنیفہ میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا(۱۶) -

۴- حسن بن زیاد لولوی :

حسن بن زیاد لولوی کوفی امام ابو حنیفہ کے بیدار مغز دانش مند فقیہ اصحاب میں سے تھے - آپ نے تیس سال کی عمر میں فقہ کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور دس سال اتنی محنت کی کہ کبھی اچھی طرح لیٹ کر سو بھی نہ سکے - اس کے بعد چالیس سال تک افتاء و تدریس کا کام کیا - حفص بن غیاث کی وفات (۱۹۴ھ) کے بعد کچھ عرصے تک کوفہ کے قاضی رہے پھر مستعفی ہوگئے -

علم حدیث میں آپ کے سب سے بڑے استاذ مشہور محدث ابن جریج ہیں - حسن کہتے ہیں کہ میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار ایسی احادیث قلم بند کی ہیں جو فقہاء کے مستدلات ہیں -

بحث و مناظرے میں آپ اس قدر پختہ تھے کہ جب آپ کی امام ابو یوسف یا امام محمد سے بحث ہوتی تو دونوں بزرگ پریشان ہو کر دائیں بائیں دیکھنے لگ جاتے اور امام محمد تو رونے کے قریب ہو جاتے - فقہ حنفی کی کتب میں ان کے اقوال بھی ملتے ہیں -

سنت نبوی کے اس قدر پابند تھے کہ بالالتزام اپنے غلاموں کو وہی کھانا کھلاتے جو خود کھاتے اور وہی لباس پہناتے جو خود پہنتے۔

افتاء میں اس قدر محتاط تھے کہ ایک بار کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا جسے آپ جانتے نہیں تھے، آپ نے مسئلہ بتایا، بعد میں احساس ہوا کہ مسئلہ بتانے میں غلطی ہوگئی ہے۔ اس آدمی کو تلاش کرایا، کہیں پتہ نہ چلا۔ آخر آپ نے اعلان کرایا کہ میں نے کسی شخص کو فلاں مسئلہ بتایا تھا جو غلط تھا۔ پوچھنے والے کو چاہئے کہ آکر مسئلہ کی تصحیح کرا جائے۔

آپ قرأت کے بڑے عالم تھے۔ ابن اثیر نے آپ کو تیسری صدی ہجری کے مجددین میں شامل کیا ہے۔ آپ کی تصانیف میں کتاب مجرد اور امالی مشہور ہیں۔ آپ ۲۰۴ھ / ۸۱۹ء میں فوت ہوئے(۱۷)۔

۵- مالک بن مغول :

مالک بن مغول بن عاصم کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور بنو بجلہ میں سے تھے۔ کوفہ کے ممتاز محدث اور فقیہ تھے۔ انھوں نے ابو اسحاق السبیعی، سماک بن حرب اور نافع مولی ابن عمر سے روایت کی اور ان سے سفیان ثوری، ابن عینیہ، یحیی بن سعید القطان، وکیع اور عبداللہ بن مبارک ایسے محدثین نے تلمذ کیا۔ امام احمد بن حنبل اور یحیی بن معین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔ طبرانی نے ان کے ورع اور تقوی کی بہت تعریف کی۔

ابن عینیہ کہتے ہیں کہ ایک بار ایک شخص نے انہیں کہا "اتق اللہ، اللہ سے ڈرو تو انھوں نے سنتے ہی اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا"۔

تمام محدثین ان پر اعتماد کرتے ہیں حتی کہ امام بخاری نے عبداللہ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ اگر کوئی کوئی مالک بن مغول کا اچھے الفاظ میں ذکر کرتا ہے تو وہ خود بھی قابل اعتماد ٹھہرتا ہے - ۱۵۹ھ / ۷۷۵ء میں فوت ہوئے (۱۸)-

۶- امام داود الطائی :

ابو سلیمان داود بن نصیر الطائی کوفہ میں پیدا ہوئے - آپ کی خصوصی شہرت ورع و تقوی اور زہد و تصوف کے حوالہ سے ہے - آپ امام ابو حنیفہ کی مجلس کے ممتاز رکن تھے - ابتدا میں آپ نے اعمش اور ابن ابی لیلی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی - پھر علم کلام کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں کمال پیدا کیا اور بحث و مناظرہ میں مشغول ہوئے - ایک دن کسی شخص سے گفتگو کرتے کرتے اس پر کنکری پھینک ماری ، اس نے کہا : داود! تمہاری زبان اور ہاتھ دونوں دراز ہو چلے ہیں - اس جملے نے طبیعت پر عجیب اثر کیا اور بحث و مناظرہ بالکل چھوڑ دیا -

امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں داخل ہوئے اور بیس سال تک ان کی شاگردی میں رہ کر فقہ میں مہارت تامہ حاصل کی - سفیان بن عینیہ اور یحیی بن معین سے ائمہ حدیث و رجال نے آپ کی ثقاہت کی شہادت دی ہے - ذہبی کہتے ہیں کہ آپ کے ثقہ ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے - آپ کے علمی مقام کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد (صاحبین) میں اگر کسی فقہی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ آپ کو حکم بناتے - آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب صاحبین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ امام محمد کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور امام ابو یوسف کی طرف پشت کر لیتے اور فرماتے : ہمارے استاذ ابو حنیفہ نے تازیانے کھا کھا کر موت کو گلے لگا لیا لیکن منصب قضا قبول نہیں کیا، جس شخص

(ابو یوسف) نے اپنے استاذ کا طریقہ چھوڑ کر منصب قضا کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھا وہ اس قابل نہیں کہ اس سے بات کی جائے - پھر دونوں کے دلائل سنتے ، اگر امام محمد کی رائے درست ہوتی تو فرماتے کہ محمد درست کہتے ہیں اور اگر امام ابو یوسف کی رائے صحیح ہوتی تو کہتے ان کا قول درست ہے ، لیکن نام نہ لیتے -

آپ کو اپنے وقت کی اہمیت کا اس قدر احساس تھا کہ امام محمد کہتے ہیں کہ میں داود سے اکثر مسئلے پوچھنے جاتا - اگر کوئی ضروری اور عملی مسئلہ ہوتا تو بتا دیتے ورنہ کہتے کہ بھائی مجھے اور ضروری کام ہیں - وقت بچانے کے لئے روٹی کو لقمہ لقمہ کھانے کے بجائے پانی میں گھول کر پی لیتے اور فرماتے جتنی دیر میں روٹی کھاتا ہوں اتنے وقت میں قرآن حکیم کی پچاس آیات پڑھی جاتی ہیں تو میں اپنا وقت کیوں ضائع کروں -

آپ کے تصوف و زہد کے اختیار کرنے کا واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار کہیں کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا :

بای خذیك تبدی البلا ۔۔۔ وای عینیك اذا سألا

(داور محشر کے سامنے کس منہ سے جاو گے اور کن آنکھوں سے سوالات کا سامنا کرو گے)

تو آپ پر عجیب اضطراب اور بے قراری کی کیفیت طاری ہوگئی - اسی حالت میں امام ابو حنیفہ کے درس میں آئے تو امام صاحب بھانپ گئے کہ یہ بے قراری بے سبب نہیں ، چنانچہ انھوں نے آپ سے کہا کہ کچھ عرصہ کے لئے گوشہ نشینی اختیار کر لیں - کچھ مدت کے بعد امام صاحب ان کے خلوت کدہ میں گئے اور فرمایا کہ اب باہر نکل آئیں اور ائمہ دین کی مجالس میں بیٹھ کر خاموشی سے ان کی باتیں

سنیں، خود کچھ نہ کہیں - آپ نے ایک برس ایسے ہی کیا اور فرمایا کہ اس ایک سالہ صبر نے تیس سال کا کام کیا ہے - پھر راہ تصوف کی منزلیں طے کرنے کے لئے حبیب راعی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سلوک و تزکیہ کے اسباق لئے-

محارب بن دثار جو مشہور محدث تھے کہا کرتے تھے کہ " داود اگر اگلے زمانے میں ہوتے تو اللہ تعالی قرآن حکیم میں ان کا قصہ بیان کرتا -

آپ کو اپنے والد کے ترکہ میں سے کچھ رقم ملی تھی - اسی سے تھوڑا تھوڑا خرچ کرتے تھے اور دعا کرتے کہ الہی جب یہ رقم ختم ہو جائے تو مجھے دنیا سے اٹھا لینا - جب آپ کے پاس دس درہم رہ گئے تو امام ابو یوسف نے آپ کی والدہ سے پوچھا کہ روزانہ کتنا خرچ کرتے ہیں - انھوں نے بتایا، ایک دانگ - امام صاحب نے حساب لگایا کہ یہ رقم اتنے دن چلے گی - جب وہ مدت پوری ہوئی تو صبح کی نماز کے بعد امام ابو یوسف نے احباب سے کہا، داود طائی کا پتہ کریں - ایک صاحب گئے تو معلوم ہوا کہ آج صبح ان کا انتقال ہوگیا - آپ کی وفات ۱۶۵ھ /۷۸۱ء میں ہوئی(۱۹) -

۷- مندل بن علی :

ابو عبداللہ عمرو بن علی کوفہ میں ۱۰۳ھ /۷۲۱ء میں پیدا ہوئے - مندل آپ کا لقب تھا - آپ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سے تھے - فقہ و حدیث میں آپ کو خصوصی مہارت حاصل تھی - آپ کبار تبع تابعین کے طبقہ میں شامل تھے - آپ نے اعمش، ہشام بن عروہ، عبدالملک بن عمیر اور عاصم احول سے احادیث روایت کیں - نہایت متورع اور پرہیزگار تھے - آپ کو حدیث میں ثقہ اور صدوق مانا جاتا ہے - ابو داود اور ابن ماجہ نے آپ سے روایات لی ہیں - آپ کے بھائی ابو

علی حبان بن علی بھی فقیہ و محدث تھے لیکن آپ اپنے بھائی سے ورع و تقوی اور علم و ثقاہت میں فائق تھے - ۱۶۸ھ / ۷۸۴ میں کوفہ میں فوت ہوئے - آپ کے بھائی حبان نے نہایت پر اثر مرثیہ لکھا جس کے کچھ اشعار عبدالقادر قریشی نے الجواہر المضیۃ میں نقل کئے ہیں - دو اشعار یہ ہیں -

فاذا اذکر فقدان اخی　　　انقلبت فی فراشی ارقا

واخ ای اخ مثل اخی　　　قد جری فی کل خیر سبقا(۲۰)

۸- نصر بن عبدالکریم :

نصر بن عبدالکریم کی کنیت ابو سہل اور عرف الصیقل تھا - امام ابو حنیفہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے - سفیان ثوری اور موسی بن عبید سے بھی تلمذ کیا - حدیث اور فقہ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے - احادیث سے استنباط و استخراج میں ممتاز تھے - ۱۶۹ھ / ۷۸۵ میں بغداد میں فوت ہوئے (۲۱)-

۹- عمرو بن میمون بلخی :

ابو علی عمرو بن میمون بن بحر بن سعد رباح بلخی فقہ و حدیث کے ممتاز عالم، امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور مجلس تدوین فقہ کے رکن تھے - طویل عرصہ امام صاحب کے حلقہ درس میں شریک رہے - حلم و صلاح سے متصف، فہم و فراست میں یکتا اور ثقہ و صدوق عالم تھے - مدت تک بطور قاضی خدمات انجام دیتے تھے - آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے - امام ترمذی نے ان سے روایات لی ہیں - ۱۷۱ھ / ۷۸۷ ء میں وفات پائی(۲۲)-

۱۰- حبان بن علی :

ابو علی حبان بن علی عمرو بن علی کے بڑے بھائی تھے - ۱۰۱ھ / ۷۱۹ء میں پیدا ہوئے - فقہ و حدیث میں تخصص کے حامل تھے - مجلس ابی حنیفہ کے رکن تھے- مولفین صحاح ستہ میں سے صرف ابن ماجہ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں (۲۳) -

۱۱- ابو عصمۃ :

ابو عصمۃ نوح بن ابی مریم مروزی الجامع کے لقب سے مشہور تھے - علم حدیث میں آپ امام زہری ، مقاتل اور حجاج بن ارطاۃ کے شاگرد تھے - آپ نے تفسیر کلبی اور مغازی محمد بن اسحاق سے پڑھی - فقہ میں امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلی کے شاگرد ہیں - آپ حدیث و آثار ، فقہ و قوانین ، نحو و علوم عربیہ اور اشعار و ادبیات میں مہارت رکھنے کی وجہ سے الجامع کے لقب سے مشہور تھے - ان چاروں علوم پر آپ کے الگ الگ حلقہ درس تھے -

فقہ میں آپ کو خصوصی مہارت تھی البتہ محدثین نے انہیں قابل اعتماد نہیں سمجھا - آپ مدت تک مرو میں منصب قضا پر فائز رہے - ابن ماجہ نے کتاب التفسیر میں آپ سے احادیث لی ہیں - ۱۷۳ھ / ۷۸۹ء میں فوت ہوئے (۲۴)-

۱۲- زہیر بن معاویہ :

ابو خیثمہ زہیر بن معاویہ بن حدیج ۱۰۰ھ / ۷۱۸ء میں کوفہ میں پیدا ہوئے- اعمش سے حدیث کی تعلیم حاصل کی - امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں سالہا سال تک زانوئے تلمذ تہہ کیے - امام ابو حنیفہ کی مجلس کے ممتاز رکن اور فقہ

و حدیث کے نامور فاضل تھے - سفیان ثوری کہتے ہیں کہ ابو خیثمہ کے معاصرین میں کوفہ میں کوئی شخص ان کا ہم پایہ نہ تھا - یحیی بن معین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے اور تمام محدثین آپ کی ثقاہت اور صداقت پر متفق تھے - مولفین صحاح ستہ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں - آپ الجزیرہ کے سب سے بڑے محدث سمجھے جاتے تھے - وفات سے ایک سال پہلے فالج کے عارضے میں مبتلا ہوگئے - ۱۷۳ھ / ۷۸۹ء میں فوت ہوئے (۲۵)۔

۱۳- قاسم بن معن :

کوفہ کی درسگاہ فقہ و حدیث کے معلم اول مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود کے پوتے ابو عبداللہ قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن حدیث ، فقہ ، لغت اور ادب میں یکتا زہد و تقوی اور مروت و سخا میں بے نظیر تھے - آپ امام ابو حنیفہ کے ان اصحاب میں سے تھے جن کے بارے میں امام صاحب فرمایا کرتے تھے :

"تم میرے دل کا سکون اور میرے غم و اندوہ میں باعث راحت ہو"

آپ کے اساتذہ میں اعمش ، عاصم بن احول ، عبدالملک بن عمیر ، منصور بن معتمر ، طلحہ بن یحیی ، داود بن ابی ہند ، محمد بن عمرو بن علقمہ ، ہشام بن عروہ اور یحیی بن سعید ایسے اساطین امت شامل ہیں - آپ حفاظ حدیث میں سے تھے- عربی زبان و ادب ، تاریخ اور انساب کے ماہر تھے - آپ کو اپنے عہد کا شعبی کہا جاتا تھا - ابو حاتم نے آپ کو ثقہ ، راست گو اور کثیر روایات کے حامل علماء میں شمار کیا ہے - اصحاب سنن نے آپ سے روایات لی ہیں - آپ نے لغت و نحو میں کئی کتابیں تالیف کیں جن میں کتاب النوادر اور غریب المصنف شامل ہیں - آپ کوفہ کے قاضی تھے لیکن قضا کی تنخواہ نہیں لیتے تھے- ۱۷۵ھ / ۷۹۱ء میں آپ نے

وفات پائی(۲۶)۔

۱۴-حماد بن الامام الاعظم :

ابو اسماعیل حماد امام ابو حنیفہ کے صاحبزادے تھے - بڑے زاہد و عابد اور پرہیزگار تھے - آپ نے حدیث و فقہ کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور فقہ میں یہاں تک مہارت بہم پہنچائی کہ امام اعظم کی زندگی میں ہی فتوی دیا کرتے تھے- امام ابو یوسف ، امام محمد ، زفر اور حسن بن زیاد کے طبقہ میں تھے اور تدوین کتب فقہ میں ان کے معاون تھے -

امام ابو حنیفہ کا پیشہ تجارت تھا اور لوگ بکثرت آپ کے پاس امانتیں رکھتے تھے - جب امام صاحب فوت ہوئے تو حماد کے قبضے میں سونے چاندی کی بہت سی ایسی امانتیں آئیں جن کے مالکوں کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا - آپ نے ساری امانتیں قاضی کے پاس لے جا کر جمع کرا دیں - ہر چند قاضی نے اصرار کیا کہ آپ کی امانت و دیانت پر ہمیں اعتماد ہے ، آپ اپنے پاس رکھیں اور جب کسی امانت کا کوئی مالک ملے تو اسے لوٹا دیں لیکن آپ نے ایک نہ مانی -

قاسم بن معن کے بعد آپ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے اور ذی تعدہ ۷۶اھ / ۷۹۲ء میں انتقال فرمایا(۲۷)۔

۱۵- ہیاج بن بسطام الھروی :

امام ذہبی نے ان کے علم ، حلم ، تفقہ ، شجاعت اور سخاوت کی بہت تعریف کی ہے - امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے تھے - امام بخاری نے الادب المفرد میں ان سے احادیث روایت کی ہیں(۲۸)۔

۱۶- شریک بن عبداللہ :

ابو عبداللہ شریک بن عبداللہ النخعی ۹۵ھ / ۷۱۳ء میں بخاری میں پیدا ہوئے - امام اعمش اور ابن ابی شیبہ سے حدیث پڑھی - امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں شریک رہے اور ان سے روایت بھی کی - امام ابو حنیفہ آپ کی عقل و دانش کی بہت تعریف کرتے تھے - آپ کے شاگردوں میں عبداللہ بن مبارک اور یحیی بن سعید شامل ہیں -

تقریب التہذیب کے مطابق آپ پہلے ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء واسط کے قاضی مقرر ہوئے - منصور عباسی نے ۱۵۳ھ / ۷۷۰ء میں آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا- قضا میں عدل و انصاف کا بہت خیال رکھتے تھے - منصور نے ہی آپ کو معزول کر دیا- پھر المہدی نے آپ کو قاضی بنایا اور الھادی نے معزول کر دیا- آپ عادل، فاضل ، عابد و صدوق تھے - اہل بدعت کے لئے سخت گیر تھے - آپ سے صحیحین اور اصحاب سنن کے مولفین نے اپنی اپنی کتب حدیث میں روایات لی ہیں - آپ ۱۷۷ھ / ۷۹۳ء میں کوفہ میں فوت ہوئے (۲۹)۔

۱۷- عافیہ بن یزید بن قیس الازدی :

امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں بڑے عالی مرتبہ محدث و فقیہ تھے - آپ نے اعمش اور ہشام بن عروہ سے حدیث پڑھی - آپ کی صداقت ، ثقاہت اور عقل و دانش بہت مشہور تھی - آپ امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کے ممتاز رکن تھے- جب مجلس میں کسی مسئلہ پر بحث ہو رہی ہوتی اور اگر عافیہ موجود نہ ہوتے - باقی تمام ارکان مجلس کا اجماع بھی ہو جاتا تو امام ابو حنیفہ اسے قلم بند نہ کرواتے ، بلکہ فرماتے ، جلدی نہ کرو ، عافیہ کو آنے دو - جب وہ آتے اور اگر ان کی رائے

دوسروں سے متفق ہوتی تو مسئلہ قلم بند کر لیا۔

آپ مدت تک کوفہ میں قاضی رہے۔ امام ابو حنیفہ کی نگرانی میں قضا کی تربیت حاصل کرنے کے باعث اس قدر مشہور ہو گئے تھے کہ مہدی عباسی نے انہیں قاضی مقرر کیا۔ کچھ دن کام کرتے رہے۔ ایک روز خلاف معمول خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ ایک ہاتھ بغل میں تھی اور قضا کا تقرر نامہ واپس کرنے آئے تھے۔ خلیفہ کے استفسار پر بتایا کہ دو ماہ سے دو متمول افراد کا مقدمہ میری عدالت میں زیر سماعت ہے، مقدمہ پیچیدہ تھا، گواہیاں دونوں طرف تھیں اور گتھی سلجھ نہیں رہی تھی کہ ان میں سے ایک فریق کو کسی طرح خبر ہوگئی کہ مجھے تازہ کھجوریں بہت پسند ہیں۔ وہ تازہ کھجوروں کا تحفہ لے کر میرے گھر آگیا۔ دیکھنے کے ساتھ ہی میں نے اسے سخت سست کہہ کر لوٹا دیا لیکن اگلے روز عدالت میں میں نے محسوس کیا کہ دونوں فریق میری نظر میں برابر نہیں رہے۔ رشوت نہ لینے کی صورت میں میرے دل کی کیفیت اس قدر بدل گئی تو اگر میں رشوت لے لیتا تو میرے نفس کی حالت کیا ہوتی۔ میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں اس راہ میں، میں اپنا دین خود برباد نہ کر لوں۔

آپ نے ۱۸۰ھ ۷۹۶ء میں وفات پائی۔ امام نسائی نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں(۳۰)۔

۱۸- عبداللہ بن مبارک :

عبداللہ بن مبارک ۱۱۸ھ / ۷۳۶ء میں مرو میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد سوداگر تھے، آپ کی ابتدائی زندگی لہو و لعب کی تھی۔ اچانک اللہ نے توبہ کی توفیق دی اور حصول علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے تقریباً چار ہزار اساتذہ

سے کسب فیض کیا لیکن خود فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالی نے ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں ایک عام آدمی سے بڑھ کر نہ ہوتا۔

حدیث میں آپ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ محدثین آپ کو امیرالمومنین فی الحدیث کے لقب سے پکارتے تھے - امام نووی نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے -

" وہ امام جس کی امامت و جلالت پر ہر باب میں اجماع کیا گیا ہے - جس کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے ، جس کی محبت سے مغفرت کی امید کی جا سکتی ہے " -

سفیان ثوری جو ان کے استاد تھے انہیں " مشرق و مغرب کے عالم " کے الفاظ سے یاد کرتے اور خود اس جلیل القدر استاد نے اپنے شاگرد سے استفادہ کیا -

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک کے زمانے میں ان سے بڑھ کر کسی نے حدیث کی تحصیل میں کوشش نہیں کی - سفیان ثوری جن کا اپنا مقام و مرتبہ انتہائی بلند ہے ، فرماتے ہیں کہ میں نے کوشش کی کہ میں زندگی بھر میں تین راتیں ابن مبارک کی طرح گذار سکوں ، مگر نہ ہو سکا ، کاش میری تمام عمر کے بدلے مجھے ابن مبارک کی زندگی کی سی تین راتیں مل جائیں -

ابن مبارک نے حدیث اور فقہ میں بہت سی کتابیں تالیف کیں لیکن دست برد زمانہ کی نذر ہو گئیں -

ان کے علم و فضل اور زہد و تقوی نے لوگوں کے دلوں کو اس قدر مسخر کیا ہوا تھا کہ امراء اور بادشاہ اس پر رشک کرتے تھے - ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید

رقہ گیا، اسی زمانے میں عبداللہ بن مبارک بھی رقہ پہنچے - ان کے آنے کی خبر مشہور ہوئی - ہزاروں آدمی استقبال کے لئے امڈ آئے - اس قدر ہجوم بڑھ گیا کہ لوگوں کی جوتیاں ٹوٹ گئیں اور شہر گرد و غبار سے اٹ گیا - ہارون رشید کی ایک بیوی نے جو محل کے برج سے یہ تماشہ دیکھ رہی تھی، پوچھا، یہ کیا ماجرا ہے - بتایا گیا کہ خراسان کے ایک عالم عبداللہ بن مبارک آئے ہیں - بولی، حقیقت میں بادشاہت اس کا نام ہے - ہارون کی حکومت بھی کوئی حکومت ہے کہ پولیس کے بغیر ایک شخص بھی استقبال کو نہیں آتا -

تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک قلم جو آپ نے کسی سے عاریۃ لیا اور بھولے سے آپ کے پاس رہ گیا تھا، اس کے مالک کو پہنچانے کے لئے بغداد سے مرو کا سفر کیا - آپ کہا کرتے تھے کہ ایک درہم جو مشتبہ ہو اس کو پھیر دینا ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے -

ایک مرتبہ آپ نے انگور خریدتے ہوئے ایک دانہ انگور کا نمونے کے طور پر چکھ لیا - بعد میں خیال آیا کہ دکاندار کی اجازت کے بغیر کھا لیا تھا - دکاندار سے معاف کروانا چاہا تو اس نے انکار کر دیا آخر نو سو درہم ادا کر کے اس سے ایک دانہ انگور بخشوایا -

عبداللہ بن مبارک کے اصحاب ایک دن اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے کہ آئیں، ابن مبارک کی خوبیاں شمار کریں تو انھوں نے اس پر اتفاق کیا کہ علم حدیث، فقہ، ادب، نحو، لغت، شعر، فصاحت، زہد و ورع، قیام لیل، عبادت، حج، جہاد، ثقاہت، ترک مالایعنی اور دوست نوازی میں ان کی کوئی نظیر نہیں ہے -

ابن مبارک امام ابو حنیفہ کے ممتاز اصحاب میں سے تھے - امام ابو حنیفہ کے اقوال پر فتوی دیتے - خطیب بغدادی نے مدح ابی حنیفہ میں ان کے کئی اشعار

نقل کئے ہیں - رمضان ۱۸۱ھ/اکتوبر ۷۹۷ء میں ہیت کے مقام پر فوت ہوئے (۳۱)۔

۱۹- نوح بن دراج :

ابو محمد نوح بن دراج فقہ میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے - امام زفر، ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلی سے بھی تلمذ کیا - حدیث میں امام زفر، اعمش، اور سعید بن منصور کی شاگردی اختیار کی -

ان کے والد نورباف تھے لیکن نوح اور ان کے تین بھائی قاضی ہوئے - نوح تین سال کوفہ کے قاضی رہے - آپ نے ۱۸۲ھ/۷۹۸ء میں وفات پائی (۳۲)۔

۲۰- ہشیم بن بشیر السلمی :

ابو معاویہ ہشیم بن بشیر السلمی واسط کے رہنے والے تھے - آپ نے امام ابو حنیفہ سے فقہ اور امام زہری سے حدیث میں استفادہ کیا - امام احمد بن حنبل آپ کے شاگرد تھے - ابو حاتم نے آپ کی نیکی، تقوی اور ورع کی بہت تعریف کی ہے- ۱۸۳ھ/۷۹۹ء میں فوت ہوئے (۳۳)۔

۲۱- ابو سعید یحیی بن زکریا :

ابو سعید یحیی بن زکریا بن ابی زائدہ ۱۱۵ھ- ۱۲۰ھ کے درمیان پیدا ہوئے- حدیث اور فقہ دونوں میں درجہ کمال پر فائز تھے - علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں صرف ان لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو حافظ حدیث تھے - چنانچہ یحیی کو نہ

صرف حفاظ حدیث میں ذکر کیا بلکہ ان کے طبقہ میں سب سے پہلے انہی کا نام لکھا ہے - یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ ابن عباس کے زمانے میں سب سے بڑے عالم ابن عباس تھے ، پھر شعبی اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے پھر سفیان ثوری اپنے عہد کے اور پھر یحییٰ بن زکریا اپنے عہد کے -

خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ آپ بیس سال تک روزانہ ختم قرآن کرتے تھے - امام احمد بن حنبل ، یحییٰ بن معین اور قتیبہ آپ کے شاگردوں میں سے تھے -

امام ابو حنیفہ نے چالیس ارکان پر جو مجلس تشکیل کی تھی ان میں سے دس ارکان کی ایک خصوصی مجلس تھی ، یہ اس کے رکن تھے - امام ابو حنیفہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے - مدت تک ان کے ساتھ رہے حتی کہ " صاحب ابی حنیفہ " کے لقب سے معروف ہوئے - امام طحاوی نے لکھا ہے کہ وہ تیس برس تک تدوین فقہ کے کام میں شریک رہے - لیکن یہ مدت صحیح نہیں ہے - کیونکہ امام ابو حنیفہ کی ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی - اس وقت یحییٰ کی عمر تیس پینتیس سال کے لگ بھگ تھی- البتہ یہ بات درست ہے کہ امام ابو حنیفہ کے ساتھ تدوین فقہ کے کام میں مدت تک شریک رہے اور مسائل کی تحریر کا کام ان کے سپرد تھا - اس لئے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے جس شخص نے تصنیف کی وہ یحییٰ تھے- مدائن میں منصب قضا پر فائز تھے وہیں ۱۸۲ھ کے لگ بھگ فوت ہوئے (۳۴)-

۲۲- فضیل بن عیاض :

ابو علی فضیل بن عیاض بن مسعود تیمی خراسانی ، خراسان کے علاقے ابی

ورد میں پیدا ہوئے - آپ عابد و زاہد ، صالح ، ثقہ ، صاحب کرامات محدث و فقیہ تھے - آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے امام اعظم سے کسب علم کیا اور آپ سے امام شافعی نے اکتساب کیا - حدیث کے دونوں بڑے امام بخاری اور مسلم آپ سے احادیث روایت کرتے ہیں -

ابتدا میں آپ ڈاکے ڈالتے تھے - ایک روز کسی لونڈی کے عشق میں دیوار پھاند رہے تھے کہ کہیں کوئی شخص تلاوت کر رہا تھا ، آپ کے کان میں آواز آئی ، آیت تھی :

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ

کیا اہل ایمان کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر اللہ کے لئے جھک جائیں -

اس کے سنتے ہی ایسی تاثیر ہوئی کہ اسی وقت آپ نے توبہ کر لی -

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ جب آپ نے توبہ کی تو آپ کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ کس طرح ان لوگوں کو راضی کیا جائے جن کو ہم نے لوٹا اور اذیت دی - چنانچہ آپ ایک ایک آدمی کے پاس گئے اور ان سے لوٹا ہوا مال ان کو واپس کیا اور رو رو کر ان سے معافی مانگی -

توبہ کے بعد آپ کوفہ آگئے اور امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے - ان سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی - آپ مجلس تدوین فقہ کے ممتاز رکن تھے -

کوفہ سے آپ مکہ معظّمہ چلے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی - وہیں ۱۸۷ھ / ۸۰۲ء میں آپ کا انتقال ہوا - آپ کے خوارق عادات اور کرامات

بہت مشہور ہیں(۳۵)-

۲۳- اسد بن عمرو البجلی :

اسد بن عمرو بن عامر البجلی امام ابو حنیفہ کے ممتاز شاگردوں میں سے تھے - اس خصوصی مجلس کے رکن تھے جو اعلی پائے کی فقہاء ، محدثین اور مجتہدین پر مشتمل تھی ، جس میں ابو یوسف ، زفر ، داود طائی ، یوسف بن خالد سمتی اور یحیی بن زکریا ابی زائدہ شامل تھے -

صیمری نے لکھا ہے کہ مجموعہ تدوین فقہ کی کتابت کی ذمہ داری پہلے پہل آپ کے ہی سپرد تھی - امام احمد بن حنبل آپ کے شاگرد تھے -

امام طحاوی نے ان کی روایت سے بتایا ہے کہ ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کے ارکان کی تعداد چالیس تھی اور اسد بن عمرو ان میں دس ممتاز افراد میں شامل تھے -

ہارون رشید نے انہیں پہلے واسط اور پھر بغداد کا قاضی مقرر کیا، اور اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دی - آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو جانے کی وجہ سے قضا سے استعفا دے دیا تھا -

امام ابو حنیفہ کے ذہین ترین اصحاب میں سے تھے - ایک روز امام صاحب نے ساری مجلس کے سامنے ایک فقہی اشکال پیش کیا جسے آپ کے سوا کوئی حل نہ کر سکا - امام صاحب نے آپ کی بہت تعریف کی - آپ نے ۱۸۸ھ ۸۰۴ء میں وفات پائی(۳۶)-

۴۴- علی بن مسہر قرشی :

ابوالحسن علی بن مسہر فقہ و حدیث کے ممتاز عالم ، روایت و درایت میں امام تھے - آپ نے اعمش اور ہشام بن عروہ سے حدیث پڑھی - امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کے اہم رکن تھے - سفیان ثوری نے آپ کے ذریعے امام ابو حنیفہ کی کتب سے نسخے حاصل کیے - مدت تک آپ موصل کے قاضی رہے پھر آرمینیہ کے قاضی مقرر ہوئے - آخر میں نابینا ہوگئے اور واپس کوفہ آگئے - صحاح ستہ کے مؤلفین نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں - ۱۸۹ھ/۸۰۵ء میں فوت ہوئے (۳۷) -

۴۵- یوسف بن خالد سمتی :

ابو خالد یوسف بن خالد بن عمر سمتی شروع میں بصرہ کے فقیہ عثمان کے شاگرد تھے - خوش لباس اور خوش اطوار ہونے کے باعث سمتی کے لقب سے مشہور ہوئے - فقہی مسائل کے سلسلے میں یوسف بن خالد کو بے شمار الجھنیں تھیں جو امام ابو حنیفہ کے سامنے پیش کرتے رہتے - ایک روایت کے مطابق انھوں نے چالیس ہزار مشکل مسائل امام ابو حنیفہ سے حل کروائے - طویل عرصہ امام ابو حنیفہ کی صحبت میں رہے - عالم ، فاضل ، فقیہ کامل اور رائے و فتوی میں بصیرت تام رکھتے تھے - امام شافعی ، امام مزنی اور امام طحاوی نے آپ کی بہت تعریف کی - ابن ماجہ نے آپ سے اپنی سنن میں روایات لی ہیں - آپ کی وفات ۱۸۹/۸۰۵ء میں ہوئی (۳۸) -

۲۶- عبداللہ بن ادریس اودی :

ابو محمد عبداللہ بن ادریس بن یزید اودی ۱۲۰ھ ۷۳۸ء میں پیدا ہوئے عابد و زاہد فقیہ اور ثقہ و صدوق محدث تھے - حدیث و فقہ دونوں میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے - امام صاحب کے علاوہ اپنے والد، ابن سعید، اعمش، ابن جریج، سفیان ثوری اور شعبہ سے حدیث میں استفادہ کیا اور آپ سے امام مالک، عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل نے روایت کی -

ہارون رشید نے آپ کو قاضی بننے کی پیش کش کی لیکن آپ نے قبول نہیں کی - پھر تحائف بھیجے تو آپ نے واپس کر دیئے - پھر یہ خواہش کی کہ میرے بیٹوں کو حدیث پڑھا دیں، انھوں نے کہا باقی طلبہ کے ساتھ آجائیں تو پڑھا دوں گا- ہارون ناراض ہو کر کہنے لگا، کاش میں نے تم سے ملاقات نہ کی ہوتی - آپ نے پلٹ کر جواب دیا، کاش میں نے بھی تمہیں نہ دیکھا ہوتا -

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی بیٹی رونے لگیں، آپ نے فرمایا : بیٹی مت رو، میں نے اس مکان میں چار ہزار بار قرآن ختم کیا ہے - اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے روایات لی ہیں - ۱۹۲ھ ۸۰۸ء میں وفات پائی(۳۹)-

۲۷- فضل بن موسیٰ :

مرو کے علاقے سینان میں ۱۱۵ھ / ۷۳۳ء میں پیدا ہوئے - امام ابو حنیفہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے - علم و عمر میں عبداللہ بن مبارک کے ہم مرتبہ سمجھے جاتے تھے - ان کے مزاج پر مزاح کا غلبہ تھا - حصول علم کے بعد اپنے

علاقے سینان میں منتقل ہو گئے اور وہاں تدریسی حلقہ قائم کیا - جب طلبہ اور متلاشیان علم جوق درجوق ان کے پاس آنے لگے تو اہل شہر نے حسد کرتے ہوئے ایک عورت کو تیار کیا کہ ان پر الزام عائد کرے کہ وہ اسے ورغلا رہے تھے تاکہ انہیں بدنام کیا جائے -

فضل بن موسی نے شہر چھوڑ دیا لیکن اس سال سینان کی تمام کھیتیاں اجڑ گئیں اور فصلیں تباہ ہوگئیں - لوگوں کا ایک وفد فضل بن موسی کو منانے آیا کہ آپ واپس چلیں ، انھوں نے کہا پہلے تم اقرار کرو کہ تم نے مجھ پر جھوٹی تہمت لگائی ہے - لوگوں نے اپنی غلطی تسلیم کی تو آپ نے کہا ، جو لوگ اتنا بڑا بہتان باندھ سکتے ہیں مجھے ان کے شہر میں رہنے میں کوئی دلچسپی نہیں - ۱۹۲ھ / ۸۰۸ء میں فوت ہوئے (۴۰) -

۲۸- علی بن ظبیان کوفی :

ابوالحسن علی بن ظبیان بن بلال عبسی کوفی انتہائی متقی ، فقیہ ، محدث ، عالم اور عارف تھے - امام ابو حنیفہ کے بارہ ممتاز شاگردوں میں شامل تھے ، آپ سے امام شافعی نے استفادہ کیا -

ابتدا میں آپ شرقی بغداد کے قاضی تھے - عہد ہارونی میں آپ قاضی القضاۃ ہو گئے - آپ مجلس قضا میں ہمیشہ بوریئے پر بیٹھا کرتے تھے - لوگوں نے آپ سے پوچھا ، آپ بوریے پر کیوں بیٹھتے ہیں جب کہ آپ سے پہلے قاضی مسند پر بیٹھا کرتے تھے - آپ نے فرمایا ، مجھے شرم آتی ہے کہ دو مسلمان بھائی میرے آگے بوریے پر بیٹھیں اور میں مسند پر اجلاس کروں - صحاح میں سے ابن ماجہ نے آپ سے روایات لی ہیں - آپ کی وفات ۱۹۳ھ / ۸۰۹ء میں ہوئی (۴۱) -

۲۹- حفص بن غیاث

ابو عمر حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ ۱۱۷ھ / ۷۳۵ء میں پیدا ہوئے - اپنے عہد کے ممتاز فقیہ ، محدث ، ثقہ ، زاہد و عابد عالم تھے - آپ نے فقہ میں امام ابو حنیفہ سے تلمذ کیا اور حدیث میں امام ابو یوسف ، سفیان ثوری ، اعمش ، ابن جریج ، عاصم الاحول اور ہشام سے استفادہ کیا -

آپ امام ابو حنیفہ کے ان تلامذہ میں سے تھے جن کے بارے میں امام کہا کرتے تھے :

"تم میرے دل کی تسکین اور میرے غموں میں سامان راحت ہو"

اس دور کے اجلہ محدثین مثلاً احمد بن حنبل ، یحییٰ بن معین ، علی المدینی ، یحییٰ بن سعید القطان آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں - اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے روایات لی ہیں -

مدت تک آزادانہ تعلیم و تعلم سے وابستہ رہے - آخر ۱۷۷ھ / ۷۹۳ء میں آپ نے ہارون رشید کی پیش کش قبول کرتے ہوئے قضا کا عہدہ قبول کر لیا - اس وقت امام ابو یوسف قاضی القضاۃ تھے اور تمام قضاۃ کی تقرری ان کی صوابدید پر ہوتی تھی - حفص بن غیاث کو ہارون نے اپنے طور پر قاضی مقرر کر دیا تھا اس لئے امام ابویوسف نے اسے محسوس کیا اور حسن بن زیاد سے کہا کہ جب حفص کے فیصلے مرافعہ میں ہمارے پاس آئیں تو انہیں باریک بینی سے دیکھا جائے لیکن جب فیصلے دیکھے تو اعتراف کیا کہ حفص کے ساتھ تائید الٰہی ہے -

آپ تیرہ سال کوفہ میں دو سال بغداد میں قاضی رہے - آپ کی ایک تالیف بھی ہے جس میں ایک سو ستر احادیث ہیں - ۱۹۴ھ / ۸۱۰ء میں وفات

پائی (۴۲) -

۳۰- وکیع بن الجراح :

ابو سفیان وکیع بن الجراح فقہ و حدیث کے امام ، حافظ ، ثقہ ، زاہد و عابد اور اکابر تبع تابعین میں سے تھے - آپ ۱۲۹ھ /۷۴۶ء) میں کوفہ میں پیدا ہوئے ، وہاں آپ کے والد بیت المال کے نگران تھے - آپ نے فقہ کا علم امام ابو حنیفہ سے اور حدیث امام صاحب کے علاوہ امام ابو یوسف ، زفر ، ابن جریج ، سفیان ثوری ، سفیان بن عیینہ ، اوزاعی اور اعمش سے پڑھی - آپ کے شاگردوں میں عبداللہ بن مبارک ، یحیی بن اکثم ، امام احمد بن حنبل ، یحیی بن معین ، علی المدینی ، اسحاق بن راہویہ ایسے اساطین امت شامل ہیں -

امام احمد بن حنبل جب آپ سے کوئی حدیث بیان کرتے تو ان الفاظ سے شروع کرتے تھے :

"یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے بیان کی کہ تیری آنکھوں نے اس کا مثل نہ دیکھا"

یحیی بن معین جو فن رجال کے ماہر تھے کہتے ہیں :

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جسے وکیع پر ترجیح دوں -

آپ کے شاگرد ابن اکثم کہتے ہیں کہ میں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا، آپ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے اور ہر رات ایک ختم قرآن کا کرتے - جب تک ایک تہائی قرآن کی تلاوت نہ کر لیتے نہ سوتے ، پھر اخیر رات کو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے -

امام شافعی کی طرف منسوب مشہور اشعار میں آپ کا ہی تذکرہ ہے :

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المعاصی

لان العلم نور من اللہ ونور اللہ لا یعطی لعاص

میں نے وکیع سے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی تو انھوں نے کہا کہ گناہ چھوڑ دو کیوں کہ علم اللہ کا نور ہے اور اللہ کا نور گنہ گار کے حصے میں نہیں آتا -

آپ امام ابو حنیفہ کے خاص شاگردوں میں سے تھے - اکثر مسائل میں امام صاحب کے قول پر فتوی دیتے - خطیب بغدادی لکھتے ہیں :

کان یفتی بقول ابی حنیفه و کان قدسمع منه شیئا کثیر

ہارون رشید نے آپ کو قضا کی پیش کش کی لیکن آپ نے قبول نہیں کی- آپ کی تالیفات میں تفسیر القرآن ، السنن اور المعرفة والتاریخ کے نام شامل ہیں - آپ نے ۱۹۷ھ / ۸۱۲ء میں وفات پائی[۴۳] -

۳۱- یحیی بن سعید القطان :

حدیث کی اہمیت اور تشریعی حیثیت کے باعث وضع حدیث کا فتنہ پیدا ہوا جس کا مداوا کرنے کے لئے اہل علم نے فن رجال کی بنیاد رکھی - اس فن میں کئی لاکھ افراد کے حالات منضبط کئے گئے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ کسی حدیث کے رواۃ کس درجے کے ہیں - خیر القرون کے دور میں وضع حدیث کا فتنہ پیدا نہیں ہوا، لیکن دوسری صدی ہجری میں جب اس فتنے نے سر اٹھایا تو فن رجال میں پہلے پہل جس شخص نے لکھا وہ یحیی بن سعید القطان ہیں - پھر ان کے بعد ان سے شاگردوں یحیی بن معین ، علی بن المدینی ، احمد بن حنبل ، عمرو بن علی الفلاس اور

ابو خیثمہ نے اسے آگے بڑھایا - ان کے بعد ان کے شاگردوں امام بخاری اور امام مسلم نے اسے مزید منقح کیا -

حدیث کے امام ، حافظ ، ثقہ اور متقن تھے - امام مالک ، ابن عینیہ اور شعبہ سے حدیث پڑھی - بیس سال تک ہر روز قرآن حکیم کا ختم کرتے رہے - حدیث میں ان کا پایہ یہ تھا کہ بعد نماز عصر آپ مسجد کے مینارے میں تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے - آپ کے سامنے احمد بن حنبل ، ابن مدینی اور ابن خالد کھڑے ہو کر حدیث پوچھتے ، مغرب تک کسی کو نہ کہتے کہ بیٹھ جاو اور نہ آپ کی ہیبت و جلال سے کوئی بیٹھ سکتا تھا - امام احمد بن حنبل کا قول ہے : میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ کا مثل نہیں دیکھا - اس فضل و کمال کے ساتھ امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں اکثر شریک ہوتے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے - خود ان کا اپنا قول ہے : ہم نے امام ابو حنیفہ کے اکثر اقوال اخذ کئے - علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں وکیع بن الجراح کے ذکر میں لکھا ہے :

"وکیع امام ابو حنیفہ کے قول پر فتوی دیتے تھے اور یحییٰ بن سعید القطان بھی انہی کے قول پر فتوی دیتے تھے"

آپ کی ولادت ۱۳۰ھ / ۷۴۷ء میں ہوئی اور ۱۹۸ھ / ۸۱۳ء میں بصرہ میں فوت ہوئے (۴۴)-

۳۲- شعیب بن اسحاق الدمشقی :

شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمٰن قرشی ۱۲۶ھ / ۷۴۳ء میں پیدا ہوئے - امام ابو حنیفہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے - فقہ و حدیث دونوں کے ماہر اور ثقہ عالم تھے - آپ نے امام ابو حنیفہ کے علاوہ ہشام بن عروہ ، اوزاعی اور ابن جریج سے

تلمذ کیا - امام اوزاعی ، امام شافعی اور ولید بن مسلم ــ طبقے ــ تھے - ــ مذی کے علاوہ پانچوں مولفین صحاح نے آپ سے روایت کی ہے - ۱۹۸ھ ۸۱۳ء میں فوت ہوئے (۴۵) -

۳۳- حفص بن عبدالرحمٰن :

ابو عمرو حفص بن عبدالرحمٰن بلخی امام ابو حنیفہ کے خراسانی شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ تھے - آپ خود بھی قاضی تھے ، آپ کے والد عبدالرحمن بھی قاضی تھے - آپ نے امام ابو حنیفہ کے علاوہ اسرائیل ، حجاج بن ارطاۃ اور سفیان ثوری سے بھی استفادہ کیا - کچھ عرصہ بغداد کے قاضی رہے - پھر عہدہ قضا سے استعفےٰ دے کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوگئے - عبداللہ بن مبارک جب بھی نیشا پور آتے آپ کی ضرور زیارت کرتے تھے - نسائی نے اپنی سنن میں آپ سے احادیث لی ہیں - آپ ۱۹۹ھ / ۸۱۴ء میں فوت ہوئے (۴۶)-

۳۴- ابو مطیع حکم بن عبداللہ البلخی :

ابو مطیع حکم بن عبداللہ بن مسلمہ بن عبدالرحمٰن بلخ کے بہت بڑے علماء میں سے تھے - امام ابو حنیفہ کی معروف کتاب الفقہ الاکبر کے آپ ہی راوی ہیں - آپ نے حدیث کی تعلیم امام ابو حنیفہ ، امام مالک ، ابن عون اور ہشام سے حاصل کی- بلخ میں آپ کے تلامذہ کی بہت بڑی تعداد تھی -

آپ سولہ سال بلخ کے قاضی رہے - عبداللہ بن مبارک آپ کے علم و دیانت کے سبب آپ کی بہت تعظیم کرتے تھے - امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بہت خیال رکھتے تھے اور اس سلسلے میں کسی رو رعایت کے قائل نہیں تھے - محمد بن

فضل سے روایت ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ وقت کی طرف سے والی بلخ کے نام ایک مراسلہ آیا جس میں خلیفہ نے اپنے کسی کم سن ولی عہد کی تقرری کے بارے میں عوام کو اطلاع دی تھی - کم سنی کی ولی عہدی کو قرآن حکیم کی آیت واتینہ الحکم صبیا (ہم نے اسے بچپن میں ہی حکمت عطا کر دی (۱۹ : ۱۲) کی تلمیح سے بیان کیا گیا تھا- آپ نے یہ بات سنی تو والی بلخ کے پاس جا پہنچے اور کہا کہ تم دنیوی لالچ میں اس حد تک پہنچ گئے ہو کہ کفر بکنے لگے ہو - آپ نے امیر بلخ کو اس قدر ڈانٹا کہ وہ رو پڑا- اس کے بعد آپ نے جمعہ کے روز منبر پر چڑھ کر اس فعل کی اس قدر مذمت کی کہ خلیفہ کے فرستادے لوگوں کے بھڑکے ہوئے جذبات دیکھ کر بھاگ گئے - آپ کی وفات ۱۹۹ھ / ۸۱۴ء میں ہوئی(۴۷)-

۳۵- خالد بن سلیمان بلخی :

ابو معاذ خالد بن سلیمان بلخی امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں اہل بلخ کے امام تھے ، امام صاحب نے آپ کو اصحاب فتوی میں شمار کیا تھا - چوراسی سال کی عمر میں ۱۹۹ھ / ۸۱۴ء میں فوت ہوئے(۴۸)-

۳۶- عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الکوفی :

عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کوفی امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے - انھوں نے اعمش اور سفیان ثوری سے بھی استفادہ کیا - عبدالحمید نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ حماد نے بتایا کہ جب حجاج بن یوسف کی موت کی خبر ابراہیم نخعی نے سنی تو وہ سجدے میں گر گئے اور رونے لگ گئے - حماد کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی سے پہلے کسی کو خوشی سے روتے نہیں دیکھا تھا - عبدالحمید بخاری کے

رواۃ میں سے ہیں - ۲۰۲ھ / ۸۱۷ء میں فوت ہوئے (۶۵) -

۳۷- امام ابو عاصم النبیل :

ان کا اصلی نام ضحاک بن مخلد تھا - ۱۲۲ھ / ۷۳۹ء میں پیدا ہوئے - نہایت پارسا اور متورع تھے - امام ابو حنیفہ کے خاص تلامذہ میں سے تھے - خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ کسی نے ان سے پوچھا کہ سفیان ثوری بڑے فقیہ ہیں یا ابو حنیفہ ؟ بولے ، موازنہ تو ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں - ابو حنیفہ نے فقہ کی بنیاد ڈالی اور سفیان تو بس فقیہ ہیں -

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ان کی توثیق پر تمام اہل علم متفق ہیں - امام بخاری نے روایت کی ہے کہ ابو عاصم نے خود کہا کہ جب سے مجھ کو معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے میں نے آج تک کسی کی غیبت نہیں کی -

ان کا لقب نبیل تھا جس کے معنی ہیں معزز - اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ لقب کیسے پڑا - ایک روایت یہ ہے کہ آپ بصرہ میں ابن جریج کے پاس پڑھ رہے تھے کہ باہر شور ہوا کہ ہاتھی آگیا ہے - تمام طلبہ اٹھ کر ہاتھی دیکھنے چلے گئے - آپ بیٹھے رہے ، ابن جریج نے پوچھا ، آپ دیکھنے کیوں نہیں گئے ؟ آپ نے جواب دیا، آپ کی مجلس کا بدل کوئی چیز نہیں - استاد نے کہا انت نبیل (آپ معزز ہیں) اس وقت سے یہ لقب مشہور ہوگیا -

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ایک دفعہ شعبہ نے کسی وجہ سے قسم کھا لی کہ " میں حدیث نہیں روایت کروں گا" - چوں کہ وہ بڑے محدث تھے اور ہزاروں طلبہ ان سے مستفید ہو رہے تھے - لوگوں کو بہت تشویش ہوئی - ابو عاصم نے سنا تو اسی وقت شعبہ کے پاس گئے اور کہا کہ میں اپنے غلام عطار کو آپ کی قسم کے

کفارے میں آزاد کرتا ہوں - آپ قسم توڑ ڈالئے اور حدیث کا درس دیجئے - شعبہ کو ان کے شوق اور اخلاص پر حیرت ہوئی اور فرمایا : انت نبیل - اس وقت سے آپ نبیل مشہور ہو گئے -۲۱۲ھ / ۸۲۷ء میں آپ کا انتقال ہوا(۵۰) -

۳۸- مکی بن ابراہیم :

مکی بن ابراہیم بن بشیر التیمی ۱۲۶ھ / ۷۴۳ء میں پیدا ہوئے - آپ نے امام ابو حنیفہ ، امام مالک ، ابن جریج ، امام جعفر صادق سمیت سترہ تابعین سے استفادہ کیا اور ان کی روایات کا مجموعہ تیار کیا - امام بخاری اور دیگر مولفین صحاح ستہ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں - آپ کے حالات میں دلچسپ بات یہ ہے کہ آپ نے ساٹھ حج کئے اور ساٹھ شادیاں کیں - آپ ۲۱۵ھ /۸۳۰ء میں فوت ہوئے(۵۱) -

۳۹- ابو زید حماد بن دلیل :

حماد بن دلیل تبع تابعین کے طبقہ صغار میں سے تھے - امام ابو حنیفہ کے ان بارہ شاگردوں میں سے تھے جن کے بارے میں امام نے فرمایا تھا کہ یہ قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں - دوسرے افراد کے نام یہ ہیں :

قاضی ابو یوسف ، اسد بن عمرو البجلی ، حسن بن زیاد القاضی ، نوح بن ابی مریم القاضی ، نوح بن دراج القاضی ، قاضی عافیہ ، علی بن ظبیان ، علی بن حرملہ ، قاسم بن معن ، یحیی بن ابی زائدہ-

آپ نے امام ابو حنیفہ ، سفیان ثوری اور حسن بن عمارہ سے تلمذ کیا - اپنے زمانے کے امام ، فقیہ اور راست گو محدث تھے -

مدت تک مدائن کے قاضی رہے - جب کوئی شخص فضیل بن عیاض سے مسئلہ پوچھتا تو وہ فرماتے ابو زید سے پوچھ لو - ابو داود نے اپنی سنن میں آپ سے احادیث روایت کی ہیں - ۲۱۵ھ / ۸۳۰ء میں فوت ہوئے (۵۲) -

۴۰- ہشام بن یوسف :

ابو عبدالرحمن ہشام بن یوسف فارس کے رہنے والے تھے - القاضی کے لقب سے مشہور تھے - ہارون رشید نے جب محمد بن خالد کو ضعاء کا گورنر مقرر کیا تو اس نے ہشام کو ضعاء یمن میں قضا کا عہدہ تفویض کیا - امام شافعی کے اساتذہ میں سے ہیں - امام بخاری اور دوسرے ائمہ حدیث نے ان سے احادیث روایت کی ہیں- ۱۹۷ھ / ۸۱۲ء میں انتقال ہوا (۵۳) -

حواشی و تعلیقات

۱- الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۲۶۷

۲- کردری ، ۲ : ۲۱۶

۳- امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی ، ۵۱-۵۲

۴- کردری ، ۲ : ۱۸۵-۱۸۶

۵- شبلی نعمانی ، سیرۃ النعمان ، ۲۵۴

۶- ابن خلکان ، ۶ : ۳۸۲

۷- کردری ، ۲ : ۱۴۲

۸- دائرہ معارف اسلامی ، ۱ : ۹۴۶

۹- الجواہر المضیئہ ، ۲ : ۲۲۱

۱۰- موفق ، ۲ : ۲۳۹

۱۱- ایضا ۲ : ۲۵۵

۱۲- ایضا ، ۲ : ۲۳۲

۱۳- کتاب الخراج ، مقدمہ

۱۴- ابن خلکان ، ۶ : ۳۸۸

۱۵- ابن خلکان ، خطیب بغدادی ، ۲ : ۳۷۳، ۱۴ : ۱۱۱-۱۱۲، الحدائق الحنفیہ ، ۱۵۲-۱۵۵، الجواہر المضیئہ ، ۲ : ۴۲-۴۴، مناظر احسن گیلانی ، ۵۱۷-۵۳۱

۱۶- مفتاح السعادۃ ، ۲ : ۱۱۴، الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۲۴۳-۲۴۴، حدائق الحنفیہ ، ۱۳۴-۱۳۶،

شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان، ۳۹۴-۳۹۵

۱۷- الجواہر المضیہ، ۱: ۱۹۳، حدائق الحنفیہ، ۱۶۲-۱۶۴

۱۸- تہذیب التہذیب، ۱۰: ۲۲-۲۳

۱۹- ابن خلکان، ۱: ۱۷۷، خطیب بغدادی، ۸: ۳۴۷، الجواہر المضیہ، ۲: ۵۳۶، حدائق الحنفیہ، ۱۳۷-۱۳۸

۲۰- الجواہر المضیہ، ۲۷ ۱۸۰، حدائق الحنفیہ، ۱۳۸

۲۱- الجواہر المضیہ، ۲: ۱۹۵، خطیب بغدادی، ۱۳: ۲۷۸

۲۲- حدائق الحنفیہ، ۱۳۹

۲۳- الجواہر المضیہ، ۱: ۱۸۴، حدائق الحنفیہ، ۱۳۸

۲۴- ذہبی، میزان الاعتدال، ۲: ۲۴۵، تہذیب التہذیر، ۱: ۴۸۶-۴۸۹، حدائق الحنفیہ، ۱۳۹

۲۵- ذہبی ں تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۲۱۴، الجواہر المضیہ، ۱: ۲۴۵، حدائق الحنفیہ، ۱۳۹

۲۶- یاقوت، ارشاد الاریب، ۶: ۱۹۹-۲۰۲، الفوائد البہیۃ، ۱۵۴، الجواہر المضیہ، ۱: ۴۲، تہذیب التہذیب، ۸: ۳۳۸، سیوطی، بغیۃ الوعاۃ، ۳۸۱، ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۲۲۰

۲۷- الجواہر المضیہ، ۱: ۲۲۶-۲۲۷، حدائق الحنفیہ، ۱۴۱

۲۸- ذہبی، میزان الاعتدال، ۶: ۳۱۸

۲۹- ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۲۱۴، خطیب بغدادی، ۹: ۲۷۹، البدایۃ والنہایۃ، ۱۰: ۱۷۱، الجواہر المضیہ، ۱: ۲۵۶، حدائق الحنفیہ، ۱۴۲

۳۰- خطیب بغدادی، ۱۱: ۳۰۹

۳۱- ابن خلکان ، ۳ : ۳۲، خطیب بغدادی ، ۱ : ۱۵۲

۳۲- الجواہر المضیئہ ، ۲ : ۲۰۲-۲۰۳، حدائق الحنفیہ ، ۱۴۹

۳۳- ذہبی ، میزان الاعتدال ، ۴ : ۳۰۶

۳۴- تہذیب التہذیب ، ذہبی ، میزان الاعتدال ، الجواہر المضیئہ ، ۲ : ۲۱۲، حدائق الحنفیہ ، ۱۴۹-۱۵۰

۳۵- تہذیب التہذیب ، ۸ : ۲۹۴، طبقات الصوفیہ ، ۲-۱۴، الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۴۰۹، حدائق الحنفیہ ، ۱۵۰-۱۵۱

۳۶- الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۱۴۰، حدائق الحنفیہ ، ۱۵۱-۱۵۲

۳۷- الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۳۷۸، حدائق الحنفیہ ، ۱۵۵-۱۵۶

۳۸- اللباب ، ۲ : ۱۸، تہذیب التہذیب ، ۱۱ : ۴۱۱، الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۲۲۷

۳۹- ذہبی ، تذکرۃ الحفاظ ، ۱ : ۲۵۹، تہذیب التہذیب ، ۵ : ۱۴۴، خطیب بغدادی ، ۹ : ۴۱۵

۴۰- الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۴۰۷-۴۰۸

۴۱- الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۳۶۳، حدائق الحنفیہ ، ۱۵۷

۴۲- ذہبی ، میزان الاعتدال ، ۱ : ۲۶۶، خطیب بغدادی ، ۸ : ۱۸۸ ، الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۲۲۱-۲۲۲

۴۳- ذہبی ، میزان الاعتدال ، ۲ : ۲۷۰، خطیب بغدادی ، ۱۳ : ۳۶۶، ہدیۃ العارفین ، ۲ : ۵۰۰

۴۴- ذہبی ، تذکرہ الحفاظ ، ۱ : ۲۷۴، تہذیب التہذیب ، ۱۱ : ۲۱۶، الجواہر المضیئہ ، ۲ : ۲۱۲

۴۵- الجواہر المضیئہ ، ۱ : ۲۵۶-۲۵۷، حدائق الحنفیہ ، ۱۵۹

۴۶- الجواہر، ۱: ۲۲۱، حدائق، ۱۶۱

۴۷- الجواہر، ۲: ۲۶۶، حدائق، ۱۶۰

۴۸- الجواہر، ۱: ۲۲۹، حدائق، ۱۶۱

۴۹- الجواہر، ۱: ۲۹۶

۵۰- الجواہر، ۱: ۲۶۳-۲۶۴

۵۱- تہذیب التہذیب، ۱۰: ۲۹۳-۲۹۵

۵۲- الجواہر، ۱: ۲۲۵، حدائق، ۱۶۲

۵۳- تہذیب التہذیب، ۱۱: ۵۷